اور کسی دوسرے (شارح) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ اثر نہیں لیا اور آپ نے امت کی تعلیم کے لئے اور اُن پر نقش و نگار کی طرف متوجہ ہونے کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ایسا کیا، لیکن امت میں سے جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اس کا قلب اس سے متاثر نہیں ہوتا تو وہ سلوک کے طریقے سے ناواقف ہے اس لئے کہ لوہاروں کو بادشاہوں پر قیاس نہیں کیا جاتا اور البتہ ابن حجر (رضی اللہ عنہ) کا یہ وثوق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک اس سے متاثر ہوا تو یہ صحیح نہیں ہے" یہاں تک اس (کسی دوسرے شارح) کا قول ہے اور سابقہ تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ اس بات کا قائل سلوک کے طریقہ سے ناواقف ہے ۱۷۱
اور تحقیق کے کمال تک نہیں پہنچا ہے اور تعجب ہے کہ اس نے سیر و سلوک کے عارفوں کی طرف جو کہ بادشاہوں کی مجلسوں میں پہنچنے کے باعث لوہار ہونے کی صفت سے باہر ہو چکے ہیں کس طرح جہالت کی نسبت کی ہے کیونکہ کامل تابعداروں کے لئے متبوع کے کمالات میں سے حصہ ہے۔ ع

وللارض من کاس لکرام نصیب [بزرگوں کے پیالے سے زمین کیلئے بھی حصہ ہوتا ہے]

حدیث کے بعض شارحین کہتے ہیں کہ یہ نماز میں خمیصہ پر نظر کرنا بغرضِ عبرت تھا اور معلوم ہے کہ عبرت تفکر ہے اور ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے اور اپنی طرف مشغول کرنے سے مشغول کرنے کا خدشہ مراد لیا ہے تاکہ دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائے اور عبرت کے لئے مناسب ہو اور یہ بیان امت کی تعلیم کیلئے تھا اور خود آپؐ نے اثر نہیں لیا تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی توجہ کا مانع نہیں تھا بلکہ عبرت کا سبب تھا اور اس نے تفکر کے عبادت ہونے کی طرف دلالت کی۔ اور چپل کا تسمہ تبدیل کرنے کی حدیث صحیح ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ تبدیل کرنا تواضع کی وجہ سے ہو یا کسی اور غرض سے ہو کیونکہ یہاں التہاء (توجہ ہٹانا) یا خوفِ فتنہ کا لفظ نہیں آیا ہے اور جو مسئلہ ہمارے زیرِ بحث ہے اس کے ساتھ (یہ حدیث) بہت کم تعلق رکھتی ہے، امام حجۃ الاسلام نے اس حدیث کو کیمیائے سعادت[1] میں بخل کے علاج میں ذکر کیا ہے اور تسلیم کر لینے کی صورت میں (اس) مقام کی تحقیق وہی ہے جو کہ پہلی حدیث میں بیان ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ اس قسم کے امور اگر ثابت ہو جائیں تو نماز کے ساتھ مخصوص ہیں جو کہ کمالِ قرب کا مقام ہے اور اگر مخصوص نہ ہوں تو یہ حدیث اُس حدیث سے معارض (ٹکراتی) ہے جس کو ابن عساکر نے ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا ہے۔ ابوریحانہ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جمال کو پسند کرتا ہوں حتیٰ کہ اپنی چپل اور اپنے

[1] پوری حدیث کا اردو ترجمہ یہ ہے: رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نعلین شریفین میں نیا تسمہ ڈالا نماز میں اس پر نظر پڑی۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہی پرانا لاؤ، نیا تسمہ نکال کر وہی پرانا تسمہ ڈال دیا۔ (اکسیر ہدایت اردو ترجمہ کیمیائے سعادت صفحہ ۳۶۶)

کپڑے لٹکانے کی کھونٹی میں بھی (خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں) تو کیا یہ تکبر سے ہے؟ پس آنحضرت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندہ پر دیکھا جائے (اور) تکبر حق کی ناقدری کرنا اور لوگوں کے اعمال میں عیب نکالنا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تکبر حق سے ناواقف ہونا اور لوگوں کو اپنی آنکھوں سے حقیر دیکھنا ہے۔

جاننا چاہئے کہ بعض حدیثیں اور روایتیں زیب و زینت کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں اور سابقہ احادیث اور آیت کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ [1]
[آپ کہہ دیجئے کہ جس زینت اور پاکیزہ رزق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے اس کو کس نے حرام کر دیا ہے]
اور اکابر کا عمل اس کے مکروہ نہ ہونے بلکہ مستحب ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور حدیث مرفوع اور ابن عباسؓ کے قول کے ساتھ جو کہ اس بارے میں وارد ہوا ہے (ان میں) تطبیق دے سکتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جو چیز کہ تو چاہے کھا اور جو چیز کہ تو چاہے ۱۷۲
پہن جبتک کہ تجھ کو دو چیزیں فضول خرچی اور تکبر نہ پہنچیں اس کو امام بخاری (رحمہ اللہ) نے ترجمہ باب میں روایت کیا ہے۔ اور عمرو ابن شعیبؒ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ اس (عمرو) کے دادا (یعنی اپنے باپ) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا (مباحات میں سے جو کچھ چاہو) کھاؤ، پیو، صدقہ کرو اور پہنو جبتک اس میں فضول خرچی اور تکبر داخل نہ ہو جائے۔ اس کو امام احمد و نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ بدعتی اور رشوت لینے والے اور مختلف قسم کے فسق و گناہ کا کام علی الاعلان کرنے والے شخص کے گھر جانا اور اس کا کھانا کھانا اور عشر وصول کرنے والے کا کھانا مباح ہوگا یا نہیں؟ میرے مخدوم! اس میں شک نہیں ہے کہ اس قسم کے کھانے اور ایسے شخص کے گھر جانے سے بچنا اولیٰ و انسب ہے بلکہ طریقت کے طالبوں کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ لازم ہے اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً [2] [مگر یہ کہ تم ان سے پوری طرح بچتے رہو] ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں یا کسی ضرورتمند کے کام کے لئے ہو۔ رہی لقمہ کے بارے میں شرعی اباحت (تو) اگر معلوم ہو جائے کہ یہ لقمہ حرام ذریعے سے ہے تو اس کا کھانا حرام ہے اور اگر معلوم ہو کہ حلال ذریعہ سے ہے تو حلال ہے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو وہ لقمہ مشتبہ ہے اور اس کا کھانا جائز اور ترک کرنا اولیٰ ہے۔

لہ ۸/۳۲ ۔ سہ و سہ مظاہر حق جلد ۳ ص ۵۲۵ ۔ سہ ۳/۲۸

آپ نے لکھا تھا" بعض منکرین کہتے ہیں کہ اس مخصوص طریقے کے ساتھ مرید کرنا بدعت ہے الخ"
میرے مخدوم! حق جل وعلا کی طلب کرنا اور راستہ جاننے اور بتانے والا پیر پکڑنا اور اس سے عقیدت رکھنا
شرعی احکام میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [اور اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سورۃ ۵ / ۳۵
وسیلہ تلاش کرو] اور باطنی افادہ و استفادہ کا طریقہ جس کا نتیجہ پیری و مریدی ہے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وعلی آلہ وسلم کے زمانے سے اس وقت تک جاری ہے کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس کو مشائخ نے اختراع
کیا ہو ان کا سلسلہ آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام تک پہنچتا ہے، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ (حضرت)
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے پہنچتا ہے اور (باقی) تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے
سے پہنچتے ہیں تو یہ بدعت کس طرح ہوں گے، بیشک پیری و مریدی کا لفظ نیا ہے اور الفاظ کا کوئی اعتبار
نہیں ہے اگر یہ لفظ درمیان میں نہ ہو تب بھی معنوی رابطہ اور باطنی فیض کا جاری ہونا اپنی جگہ پر ہے۔
اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ اس طریقے سے مرید بنانا بدعت ہے معلوم نہیں کہ آپ نے کونسا طریقہ مراد لیا ہے،
ہمارے طریقہ میں ذکر کا سکھانا اور سیکھنا ہے اور ذکر شرعی احکام میں سے ہے اور ذکر خفی ذکر جہر سے افضل ہے
۱۲۳ حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے اس ذکر سے ستر درجہ افضل ہے
جس کو حفظہ سنتے ہیں اور معلوم ہے کہ وہ ذکر باطن یعنی قلب اور تمام لطائف کا ذکر ہے، مروی ہے کہ
پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم بعثت سے پہلے قلبی ذکر میں مشغول رہتے تھے، یہ (بدعت کہنا) ایسا ہی ہے
جیسا کہ کوئی کہے کہ صحیح بخاری پڑھنا اور پڑھانا کا درس دینا بدعت ہے والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ
والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات والتحیات والبرکات العلی۔

مکتوب ۱۰۷

میر محمد زمان کے نام ان کے احوال و اذواق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوریٰ صاحب قاب
قوسین او ادنیٰ وعلی آلہ وصحبہ نجوم الھدیٰ، آپ نے جو مکتوب کمال شوق و محبت کے باعث ارسال
کیا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا چونکہ بلند احوال و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے خوشی میں اضافہ ہوا، اور آپ نے
جدائی کے رنج و غم کا اظہار کیا تھا دنیا جدائی کا مقام ہے حق سبحانہ دوستوں کو دار السلام (جنت) میں جمع کرے
اور وہ ملاقات کہ جس کے بعد جدائی نہ ہو عطا فرمائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔

آپ نے لکھا تھا کہ "میں ایک روز مراقبہ میں لطیفۂ قلبیہ کی طرف متوجہ تھا، ایسا ظاہر ہوا کہ صنوبری دل کے اندر ایک اور دل ہے اور اس دل کے اندر دوسرا دل ہے اسی طرح پانچ چھ دل آئینہ کے عکس کی مانند جو کہ دوسرے آئینہ میں نظر آتا ہے نمودار ہوئے اور مجھے قلب میں ایک ایسی وسعت پائی کہ اگر زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو اس میں ڈال دے تو ہرگز اس میں کوئی تنگی نہ ہوگی اور خاص الخاص تجلی مشہود ہوئی اور اسی طرح ایک ایسی فنا بھی لاحق ہوئی کہ جس سے اوپر (اور فنا) متصور نہیں ہے"۔

جان لیں کہ یہ دید بہت اعلیٰ ہے اور آپ یہاں موجود ہوتے تو واضح طور پر اس (مقام) کی بعض خصوصیات بیان کی جاتیں، اس کے مطالعہ سے بہت محظوظ ہوا، اللّٰھم زد [اے اللہ اور زیادہ کر] اور تجلی خاص الخاص میں کیا کلام ہے کہ یہ قلب ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن [اور لیکن میں اپنے مومن بندہ کے دل میں سماتا ہوں] کے شرف کے ساتھ مشرف ہے اور فنا تجلی کے موافق ہے جس قدر تجلی خاص ہوگی فنا میں بھی خصوصیت
ہوگی، اور آپ نے اپنی والدہ کے حالات میں سے خطرہ دل کے دور ہو جانے اور اس کے دماغ میں ظاہر ہونے ۱۷۳
کی بابت جو کچھ لکھا تھا واضح ہوا، عورتوں کے گروہ میں اس قسم کے احوال غنیمت ہیں وہ اپنے کام میں مشغول رہیں اور ترقی کی طالب رہیں، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۸

سعادت و نقابت پناہ میر عماد کے نام اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا جو انہوں نے واجب تعالیٰ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی العلام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وحبیبہ سید الانام وعلی آلہ الکرام وصحبہ العظام، اما بعد، سیادت و نقابت پناہ میر عماد نے اس دلفگار درویش سے واجب الوجود جل شانہ کے موجود ہونے کی حقیقت اور ممکنات کے ساتھ اس کی نسبت کے بارے میں دریافت کیا تھا، اس بارے میں جو کچھ معلوم تھا قید تحریر میں لایا گیا ہے اچھی طرح غور فرمائیں۔

موجودِ حقیقی تعالیٰ و تقدس ایک سے زیادہ نہیں ہے اور ما سوا جو کہ عالم سے موسوم ہے موجود نما معدوم ہے، یعنی افرادِ عالم کے حقائق عدمات ہیں جو کہ کمالاتِ وجوبی کے انعکاس کے ذریعہ ان کے آئینوں میں ایسے دکھائے
جاتے ہیں (گویا کہ موجود ہیں) وَتَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا وَّھُمْ رُقُوْدٌ [اور تو ان کو جاگتا ہوا گمان کرتا ہے حالانکہ کہف ۱۸
وہ سو رہے ہیں] یہ مسلّم ہے کہ وجود ہر خیر و کمال کا مبدأ ہے اور عدم ہر شر و نقص کا منبع ہے پس خیر و کمال

سب اس تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ قدس کی طرف لوٹتا ہے (اور) شر و نقص سب کا سب ممکن کی طرف
راجع ہے آیتِ کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۴/۷۹
[جو بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے]
اس معنی کی تائید کرتی ہے، آپ سُن لیں کہ جب ممکنات کے حقائق کی حقیقت وہ عدمات ہیں جو کہ وجود کے کمالات کے انعکاس سے موجود نما بن گئے ہیں تو عالم کا وجود ایک ایسے مرتبہ میں ہوگا جو کہ مرتبۂ وہم کے مشابہ ہوگا اور اس کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے بالمقابل موہومات و متخیلات میں داخل ہوگا، آیت
کریمہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات کے] اس پر ۲۸/۸۸
دلیل ہے، اور یہ جو میں نے کہا کہ مرتبۂ وہم کے مشابہ ہے یہ اس لئے ہے کہ وہم کے دور ہو جانے سے (یہ) دور نہیں ہوتا اور ابدی معاملہ اور دائمی ثواب اس کے ساتھ وابستہ ہے پس واجب جل و علا کے ساتھ عالم (کائنات) کی نسبت موجود کے ساتھ موہوم کی نسبت کی مانند ہے اور (یہ) معلوم ہے کہ موہوم کے لئے موجود
۱۷۵ کے ساتھ کوئی تصادم نہیں ہے اور موہوم سے موجود کے لئے کوئی حد و نہایت ثابت نہیں ہے کیونکہ موجود ایسے مرتبہ میں ہے کہ موہوم کا اس مرتبہ میں کوئی نام و نشان نہیں ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سِرِّ دلبراں　　　گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

[بہتر یہ ہے کہ محبوبوں کا راز دوسروں کے الفاظ میں کہا جائے]

جو موہوم دائرہ کہ نقطۂ جوالہ (گھومنے والے نقطہ) سے پیدا ہوا ہے اس دائرے کے حدوث (پیدا ہونے) سے اس نقطہ کے لئے کوئی حد و نہایت ظاہر نہیں ہوتی ہے، نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ دائرے کے دائیں جانب ہے یا اس کے بائیں جانب یا اس کے اوپر یا اس کے نیچے یا آگے یا پیچھے ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ عین دائرہ ہے یا اس میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے متصل ہے یا منفصل ہے کیونکہ نقطہ کیلئے یہ نسبت مذکورہ اُن اشیاء کے ساتھ ہے جو کہ نقطہ کے مرتبہ میں موجود ہیں اور دائرہ کا اس مرتبہ میں ہرگز کوئی وجود نہیں ہے اگر وجود ہے تو وہم میں ہے اور بس اور نقطہ موجود ہے پس دائرہ کا حدوث (پیدا ہونا) نقطہ کی تحدید کا سبب نہیں ہوگا اور ان دونوں کے درمیان تصادم دور ہو جائے گا اور جب تو اچھی طرح غور کرے (تو معلوم ہو جائے گا کہ) دائرہ روشنی و تابانی اور تمام صفات سے جو کچھ رکھتا ہے اگرچہ وہم (کے درجے) میں ہو نقطہ سے رکھتا ہے ؎

تیاوردم از خانہ چیزے نخست　　　تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

[میں ابتدا میں گھر (عالمِ عدم) سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی ہر چیز دی ہے اور میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں]

ان کے درمیان بُعد و مسافت مفقود ہے اور قُرب کے بارے میں تو جو کچھ کہے دائرہ کا نقطہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے ؎

اے کمان و تیرہا بر ساختہ   صید نزدیک و تو دُور انداختہ

[اے وہ شخص کہ جس نے کمان اور تیروں کو اٹھایا ہوا ہے شکار نزدیک ہے اور تو نے تیر دور پھینکا ہے]

پس قرب و معیت و احاطہ ثابت ہوگا لیکن (یہ) موجود کو موہوم کے ساتھ معیت و احاطہ کی قسم سے ہوگا اور اس احاطہ و معیت میں کوئی محذور (ایسی بات جس سے بچا جائے) نہیں ہے البتہ محذور موجود کے لئے اور موجود کے ساتھ اس نسبت کے اثبات میں ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بعض حضرات اس بات پر ہیں کہ ان اللّٰہ بکل شیٔ محیط [بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے] کے اعتبار سے ہر جگہ وہی ہے" میرے مخدوم! اگر انھوں نے اس احاطہ سے جسم کا احاطہ جسم کے ساتھ سمجھا ہے جیسا کہ لفظ "ہر جگہ وہی ہے" سے اس کا پتہ چلتا ہے تو بہت غلط ہے کیونکہ اس سے مکان کا اثبات ہوتا ہے، اور اگر احاطہ سے ان کی مراد وہ ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور "ہر جگہ وہی ہے" سے "ہر جگہ اس کا ظہور ہے" مراد لیتے ہیں تو قابلِ تسلیم ہے اور یہ جو انھوں نے بعض سے نقل کیا ہے کہ "وہ تعالیٰ و تقدس عالم سے ماسوا ہے اور عالم اُس سے خالی ہے" یہ بھی خدشہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ عالم سے خارج ہو اور حالانکہ یہ بات مسلّم ہے کہ وہ عز برہانہٗ نہ عالم میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے۔ اور انھوں نے احاطہ علمی پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ آیت کریمہ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ الآیہ [پس جس وقت جان حلق تک پہنچتی ہے] میں علم کا نام نہیں ہے تو یہ محلِ کلام ہے کیونکہ آیتِ کریمہ میں اگرچہ علم کی تصریح نہیں ہے لیکن علم پر محمول کر کے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ [ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں] باعتبارِ علم مراد لے سکتے ہیں۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "علمِ الٰہی کو مخلوق کی بصارت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے تو پھر وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ [اور لیکن تم نہیں دیکھتے ہو] کس طرح درست ہوگا" (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ احاطہ علمی مان لینے کی صورت میں ولکن لا تبصرون درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے دیکھنے میں نہیں آتا اس لئے کہ شئی کا شئی سے سلب ثبوت کے ممکن ہونے کا تقاضا نہیں کرتا — آپ نے لکھا تھا کہ "ایک جماعت یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ اس تعالیٰ و تقدس کی ذات ایک دریا ہے اور عالم اُس دریا کا حباب (بُلبلہ) ہے الخ" اس عبارت سے ذہن بلا تکلف اس طرف جاتا ہے کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت ممکن کی حقیقت کے ساتھ متحد ہے کیونکہ حباب (بُلبُلہ) کی حقیقت پانی ہے اور دریا کی حقیقت بھی پانی ہے اور دونوں ایک ہی مرتبہ میں موجود ہیں، حباب کے وجود کی وجہ دریا کے وجود کے مرتبہ میں ہے اور اسی طرح یہ جو اوپر مذکور ہوا

کہ بعض حضرات اس بات پر ہیں کہ ہر جگہ وہی ہے تو یہ حضرات وحدتِ (وجود) کے قائل اور اتحاد کی خبر دینے والے ہیں۔ میرے مخدوم! جو لوگ کہ وحدتِ وجود کے قائل ہیں وہ حق جلّ وعلا کو مطلق کہتے ہیں اور مخلوق کو اس مطلق کی تقییدات کہتے ہیں اور اس ہیں) شک نہیں کہ مقید و مطلق کے درمیان حملِ (وجود) کو صحیح ماننے کی صورت میں ان دونوں کے درمیان اتحاد کی نسبت موجود ہے لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر مطلق کو مقیدات کے مراتب میں منحصر جانتے ہیں اور اس کے لئے جدا وجود ثابت نہیں کرتے جیسا کہ اکثر ملحد لوگ اس کے قائل ہیں تو لازم آتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ وجود اور تمام صفات کمال میں ممکن کا محتاج ہو جیسا کہ کلی طبیعی جو کہ اپنے افراد میں منحصر ہے وہ اپنے وجود میں افراد کی طرف محتاج ہے بلکہ حقیقت میں یہ واجب تعالیٰ کی نفی ہے ۳ اور اگر یہ حضرات مرتبۂ اطلاق کو مراتبِ تقییدات کے ماوراء ثابت کرتے ہیں اور مطلق کو وجودِ اصلی کہتے ہیں تو ان کے درمیان دوئی کی نسبت ثابت ہو جاتی ہے اور وحدت وجود باطل ہو جاتی ہے لان الاثنین متغائران (اس لئے کہ دو چیزیں مختلف ہوتی ہیں) اشکال کی دوسری صورت کو اختیار کئے بغیر اس اشکال کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے اور اس صورت میں وحدتِ وجود کا حکم لگانا وجود کے ظہورات کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ کوئی شخص آئینہ میں زید کی منعکس ہونے والی صورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے زید کو آئینہ میں دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کے مظہر کو مختلف ہونے کے باوجود آئینہ داری (عکس وصورت) کے تعلق سے عین شئ کہہ سکتے ہیں پس ہمہ اوست (سب کچھ وہی ہے) ص ۱۷۷
کے معنی ہمہ ظہور اوست (سب کچھ اسی کا ظہور ہے) ہوں گے، اور چونکہ شئ کے مظاہر ایک وجہ سے عینِ شئ ہیں اور ایک وجہ سے غیر شئ ہیں (اس لئے) محب کی نظر میں غلبۂ محبت کے باعث عینیت کی وجہ نظر آتی ہے اور غیریت کی وجہ چھپ جاتی ہے اس لئے وہ عینیت کا حکم لگا دیتا ہے اور نیز وحدتِ وجود کے مسئلہ پر لازم آتا ہے کہ جب ممکن کی حقیقت حق تعالیٰ اور وجودِ صرف ہو تو پھر شر و نقص جو کہ امکان کا لازمہ ہے اس کا منبع کیا ہوگا اور بغاوت و سرکشی جو کہ نفسِ امارہ کی فطرت میں موجود ہے کہاں سے آئی کیونکہ وجود (تو) خیر محض اور کمالِ صرف ہے وہ شر و نقص کا مبدأ کس طرح ہوگا۔ اگر (یہ) کہیں کہ کسی چیز میں شرارت و نقص ذاتی نہیں ہے اگر ہے تو نسبتی و اعتباری ہے کفر و معاصی ایمان وطاعات کے اعتبار سے برے ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے ؎

کفر و با سلام یکساں نگر   کہ ہر یک ز دیوانِ او دفتریست

[تو کفر اور اسلام (دونوں) کو یکساں دیکھ کیونکہ ہر ایک اس کے دیوان کا ایک دفتر ہے]

اور یہ فی نفسہٖ کمال کی صفات سے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

۳ [illegible]

پس بدی مطلق نباشد در جہاں ۔ بد بہ نسبت باشد آں را ہم بداں

[پس دنیا میں برائی مطلقاً نہیں ہے، بُرا نسبت سے ہوتا ہے تو اس کو بھی جان لے]

میں کہتا ہوں کہ یہ قول بظاہر نصوص کے مخالف ہے حق تعالیٰ نے کفر و معصیت کو سیئہ (برائی) فرمایا ہے اور اس پر ساء و بئس (بُرا و خراب) کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور برائی سے عام مراد ذاتی برائی ہے نہ کہ نسبتی و اعتباری اور نیز اگر کفر میں ذاتی حسن ہوتا تو اس کا مرتکب اشد عذاب کا مستحق کیوں ہوتا اور مغفرت کا نہ ہونا اور رحمت سے مایوسی جو کہ نصوص میں آئی ہے اس کے حق میں کس طرح ہوگی اور کفر و اہل کفر کے ساتھ حق تعالیٰ کی ذاتی عداوت کس وجہ سے ہوگی، اس کفر و معصیت کا ذاتی حسن آخر کار فائدہ کیوں نہیں پہنچاتا اور رحمت و مغفرت کی طرف کیوں نہیں لاتا اور ذاتی دشمنی کے مانع کیوں نہیں آتا جس شخص نے قرآن مجید کا تھوڑا سا بھی مزہ چکھا ہے اور اس کے اسلوب سے ذرا بھی مناسبت حاصل کی ہے کفر کے اچھا ہونے کا حکم اگرچہ ایک وجہ سے ہی ہو ہرگز نہیں کرے گا اور (اس کی) ذاتی برائی و شر کا حکم لگائیگا کیونکہ نفرت و لعنت و ناراضگی و غصہ اور رحمت سے مایوسی (کفر کے) بُرا ہونے کی دلیل ہے اور (یہ چیزیں) حُسن کے ساتھ جمع نہیں ہوتیں، اگر ارباب سُکر اس قسم کی خلافِ شرع باتیں کریں تو بظاہر معذور ہونگے لیکن مقلد کے لئے گرفت کا مقام ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۹

۱۲۸

شیخ حسین منصور کے نام فنائے نفس و تجلی صفات و ذات اور فانی کے رجوع و عدم رجوع کی تحقیق میں اور اس بارے میں کہ فنائے قلب نفس امارہ کی اصلاح کو شامل ہے اگرچہ وہ اطمینان تک نہ پہنچے اور نماز کے کچھ کمالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا چونکہ دوستوں کی سلامتی اور صحیح و سنجیدہ احوال و کیفیات پر مشتمل تھا اس لئے مزید خوشی بخشی۔ ع

اے وقتِ تو خوش کہ وقت ما خوش کردی [اے وہ شخص کہ جس نے ہمارے وقت کو خوش کیا تیرا وقت بھی خوشی میں گذرے]

آپ نے لکھا تھا کہ "فنا کا معاملہ اس مقام تک پہنچ گیا ہے کہ وجود و توابع وجود کو اصل کے سپرد کر دیا ہے اور عدم کے احکام عدم کو بھیج دیئے ہیں اور عین و اثر زائل ہو گئے ہیں فی الحال جو نسبت کہ اس میں ہے وہ کان اللہ ولم یکن معہ شئی والآن کما کان [اللہ تعالیٰ تھا جبکہ اس کے ساتھ کوئی

چیز نہیں تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا) پر ہے، اس حالت اور باطن کی مغلوبی کے باوجود ظاہر پوری طرح شریعتِ منورہ کے مطابق ہے، احکام کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دیا جاتا"۔

میرے مخدوم! آپ نے جو کچھ لکھا ہے صحیح احوال ہیں اور اس حال کے غلبہ کے اوقات میں شرعی احکام و آداب پر استقامت اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اس عنایت کا شکر بجا لائیں اور یہ جو بزرگوں نے کہا ہے ع

می باش و مباش مشکل ایں است [رہ اور مت رہ مشکل یہ ہے]

اسی معنی میں ہے یعنی ظہور فنائیت وعدمیت کے وقت بندگی کے احکام کو ترک نہ کرے، لوازمِ بندگی کے ظہور اور احکام شرعی کی بجا آوری کے لئے رہ اور اپنے لئے مت رہ اور اپنی ذات کے عدم ہونے پر مطلع ہو جا اور اپنی نفی کر دے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہر چیز میں رحمت ہے لیکن عشق میں رحمت نہیں ہے قتل کرتے ہیں اور مقتول سے دیت طلب کرتے ہیں یعنی عاشق بیچارہ کو قتل کرتے ہیں اور اس کو اس سے لے لیتے ہیں اور بندگی کے احکام کو اس سے معاف نہیں کرتے۔ یہ حالت کہ جس کی آپ نے خبر دی ہے فنائے النفس سے تعبیر کی جاتی ہے اور تجلیٔ صفات کا نتیجہ ہے اگرچہ اس کی تکمیل تجلیٔ ذات کے پرتو کے بغیر نہیں ہے کیونکہ عدم مقید کا عدم مطلق کے ساتھ ملحق ہونا تجلیٔ ذات کا اثر ہے جیسا کہ عدم
کے آئینہ میں منعکس ہونے والے کمالات وصفات کا اپنے اصول کے ساتھ الحاق تجلیٔ صفات کے ۱۷۹
کمال سے ہے کیونکہ تجلیٔ صفات کی اصل یہ ہے کہ اپنے صفات وکمالات کو صفات وکمالاتِ واجب تعالیٰ کے ظلال جانے۔ جاننا چاہئے کہ ہر کمال کی تکمیل اوپر کے مقام کے ظہور کے ساتھ ہے پس تجلیٔ صفات کی تکمیل تجلیٔ ذات کے پرتو کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی اور فنائے نفس جو کہ تجلیٔ صفات کا نتیجہ ہے اس کا کمال تجلیٔ ذات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ تجلی برق خاطف (نگاہ کو خیرہ کر دینے والی بجلی) کی مانند ہے یعنی ارباب تجلیٔ صفات کے منتہیوں کو ذرا دیر کے لئے تجلیٔ ذات صفات کے پردہ کے بغیر ظاہر ہوتی ہے اور سالک کو آفاق وانفس کی قید سے رہائی دیتی ہے پھر صفات کے پردہ میں آجاتی ہے۔ شیخ علاؤ الدولہ قدس سرہٗ اس مقام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔ رباعی

آں وہم بود کز تو دوئی برخیزد امکان وحدوث ہر دو گوئی برخیزد
گر لطف خدا در رسد از راہ وسبب شاید کہ دمے از تو دوئی برخیزد

[یہ وہم ہے کہ تجھ سے دوئی (پوری طرح) اٹھ جائے، امکان وحدوث دونوں تجھ سے اٹھ جائیں، اگر از راہ عنایت اللہ تعالیٰ کا لطف آپہنچے تو شاید کہ کچھ دیر کے لئے تجھ سے دوئی اٹھ جائے]۔

اور ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے نزدیک یہ تجلّیٔ برقی دائمی ہو جاتی ہے اور جو دوسروں کے لئے بجلی کی مانند ہے ان کے لئے دائمی ہے بلکہ تجلیٔ برقی حقیقت میں تجلیٔ ذات تعالیٰ نہیں ہے شیونات ذاتیہ میں سے کسی شان کی تجلی ہے جو کہ جلدی چھپ جانے والی ہے اور ذات جب تجلی فرماتی ہے تو اس کے لئے چھپنا نہیں ہے۔ دراصل معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ صفات کے مقام میں قرار رکھتے ہیں اور اس کی انتہا تک نہیں پہنچے ہیں یہ تجلی ان کے حق میں برقی ہے کبھی صفات کا پردہ درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور کبھی پردہ میں آجاتی ہے لیکن جس شخص نے کہ صفات کے مقام سے پوری طرح نکل کر اس سے اوپر کے مقام میں قرار پا لیا ہے اس کے حق میں یہ تجلی دائمی ہے، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ تجلیٔ ذات کا اثر ہے کیونکہ اصل تجلیٔ ذات اس کے ماوراء ہے حق سبحانہ اس دولت سے بھی بہرہ مند فرمائے بلکہ تجلیات سے گذار کر ذاتِ متجلّی کا گرفتار بنائے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت کہ نمازوں میں پیش آتی ہے (اس کو) کیا لکھے" اس کے بعد آپ نے لکھا ہے "جو معانی کہ اس وقت فرض نمازوں میں ظاہر ہوتے ہیں نفل نمازوں میں ان کا کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا" میرے مخدوم! جو حالت کہ نماز میں پیش آتی ہے غیر حالتِ نماز پر فوقیت رکھتی ہے اور جو لذت کہ نماز میں حاصل ہوتی ہے خاص طور پر فرض نماز میں وہ کمال کی بشارت دینے والی ہے۔ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں اور اس کے سنن و آداب کے حاصل کرنے میں سعی بلیغ کریں۔ حدیث شریف
میں آیا ہے کہ جو حجاب کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے وہ نماز ادا کرتے وقت دور کر دیا جاتا ہے اور اگر امام ف۱۸۰
نہ ہوں تو اس کے قیام و رکوع و سجود کو طویل کرنے میں راغب رہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے فضیلت والی نماز وہ ہے جس میں قنوت یعنی قیام طویل ہو اور قنوت (قیام طویل) سکرات موت کو ہلکا کرتا ہے اور اگر امام ہوں تو امام کے لئے جو مقدار مسنون ہے اس پر اکتفا کریں اور مقتدیوں کا لحاظ کریں، ایک رکعت میں سورت کے تکرار کو نوافل میں جائز کیا گیا ہے اور رکوع و سجود کی تسبیحات کی تعداد کی حد سات تک ہے اور بعض روایتوں میں نو اور گیارہ تک بھی آئی ہے اور اگر اس سے بھی طویل کرنا چاہیں تو رکوع و سجود کی جو دعائیں روایات میں آئی ہیں پڑھیں اور جس قدر بھی تکرار کریں گنجائش ہے۔ عوف بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہوا پس جب آپ نے رکوع کیا تو سورہ بقرہ (پڑھنے) کے بقدر ٹھہرے رہے اور اپنے رکوع میں سبحان ذی الجبروت و الملکوت والکبریاء کہتے رہے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے سجدوں میں بھی اس کی مانند کہا اور امام نووی نے ذکر کیا کہ صحیح مسلم میں (حضرت) حذیفہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اپنے طویل رکوع میں جو کہ سورۂ بقرہ و آلِ عمران و نساء کی قراءت کے قریب تھا سبحان ربی العظیم پڑھا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس (رکوع) میں سبحان ربی العظیم کا تکرار فرماتے رہے جیسا کہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں واضح طور پر آیا ہے اور صحیح مسلم سے بھی ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کاش کہ میں جان لیتا کہ اس حدیث کی اس وضاحت اور اُن علماء کے قول میں تطبیق کی کیا صورت ہے جنھوں نے حکم کیا ہے کہ (رکوع و سجود میں) تسبیحات کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات سے گیارہ تک ہے اور انھوں نے کہا کہ یہ اکمل (درجہ) ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ان (علماء) کے نزدیک اس حکم میں کوئی بڑی وجہ اور معتبر سند ہے۔"

آپ نے پوچھا تھا کہ "کسی بزرگ سے منقول ہے ما رجع من رجع الا من الطریق ومن وصل لا یرجع [جو شخص لوٹا سوائے اس کے نہیں کہ وہ راستہ سے لوٹا اور جو پہنچ گیا وہ نہیں لوٹتا] لیکن اگر کوئی سالک فنائے قلبی سے مشرف ہو گیا ہو تو اس کے لئے رجوع جائز نہیں ہے یا ہے اور اسی طرح فنائے روحی اور اس سے اوپر اخفیٰ تک۔" میرے مخدوم! صاحبِ فنائے قلب سیر الی اللہ کو پورا کر کے اپنی اصل کے ساتھ واصل ہو گیا ہے اور تلوین سے (گذر کر) تمکین کے ساتھ جا ملا ہے، امید ہے کہ اس بزرگ کے قول کے بموجب رجوع سے محفوظ ہو جائے یہی حال تمام لطائف کی فنا کا ہے البتہ صاحبِ عدم کے لئے کہ (عدم) جذبہ کی جہت میں فنا ہے جائز ہے کہ رجوع کرے کیونکہ وہ ابھی راستہ میں ہے اور اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ ضم نہیں ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ (نقشبند بخاری قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنائے قلب ایک ایسی فنا ہے جو جذبہ و سلوک پر مترتب ہوتی ہے اسی لئے ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات کی تیسری جلد میں لکھا ہے کہ یہ فنا اولیاء کو نصیب ہے اور معلوم ہے کہ ولایت جذبہ و سلوک کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی کیونکہ یہ دونوں اس کے اجزا ہیں۔ اور نیز آں حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے متعدد جگہوں میں لکھا ہے کہ اگر اس قلب والے کو حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دیدی جائے اور بعض جگہ لکھا ہے کہ اگر اس کی عمر ہزار سال کو پہنچ جائے تو اس نسیان کی بدولت جو کہ اس کے دل کو ماسوا سے حاصل ہو گیا ہے اس کے دل میں ماسوا کا خیال ہرگز نہ آئے۔ اس عبارت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ اس صاحبِ فنا کے لئے رجوع (لوٹنا) نہیں ہے، اور نیز فرماتے تھے اس فنا والا تلوینات سے گذر کر تمکین سے جا ملتا ہے یہاں حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے مکتوباتِ جلد اول میں کسی ارادت مند کو لکھا ہے کہ "تو دل کی اس سلامتی پر ہرگز دھوکا نہ کھا کیونکہ (یہ) رجوع کا احتمال رکھتی ہے۔" اس عبارت سے ڈرتے رہنا چاہئے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عالی (قدس سرہٗ) نے

۱۸۱ نوٹ صفحہ

مکتوب ۱۱۶ جلد اول

معلوم کر لیا ہو کہ وہ شخص اس سلامتی کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے اور اس (کی فنا) کے ناقص ہونے اور عدم وصول پر رہنمائی کی ہوگی اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک اس فانی شخص کا عدم رجوع یقینی طور پر ظاہر نہ ہوا ہو اور رجوع کا احتمال ہو اس کے بعد اس کے برخلاف ثابت ہو گیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) نے مکتوب الیہ کے دنیاوی امور میں کثرت سے مشغول ہونے کی بابت اطلاع پائی ہو اور اس سے باز رکھنے کے لئے لکھا ہو کہ رجوع کا احتمال رکھتا ہے اور احتمال سے وقوع لازم نہیں آتا اور احتمال کا دائرہ وسیع ہے اس سے باز رہنے کے لئے احتمال کو بھی گنجائش دیدی ہو، اگر یہ کہیں کہ جو فنائے قلب فنائے نفس کے بغیر ہوگی (چونکہ) نفس اس مقام میں ابھی تک اپنی رعونت و خودی و امارگی اور تمام رذائل پر (قائم) ہے تو پھر سلامتی کس طرح ہوگی اور رجوع سے تحفظ کہاں ہوگا۔ (جواباً) ہم کہتے ہیں کہ قلب کی فنا و سلامتی کو (مان لینے) کی صورت میں نفس کی امارگی اور اس کی تمام برائیاں اس میں اثر نہیں کرتیں اور اس کے نسیان میں خلل نہیں ڈالتیں، اور یا ہم یہ کہتے ہیں کہ فنائے قلب کے بعد نفس کا امارگی اور تمام رذائل پر (قائم) ہونا غیر مسلم ہے کیونکہ محسوس ہوتا ہے کہ اس فنا کے بعد نفس اپنی تیزی و تندی سے رہ جاتا ہے اور قلب کے حال کے مشاہدہ اور اس کے مطلوب میں فنا و مستغرق ہو جانے سے اور نیک ہمنشین کی صحبت حاصل ہونے کی برکت سے اپنی بہت سی بری عادتوں سے نادم ہو جاتا اور اصلاح کی طرف آجاتا ہو اگرچہ (صحبت قلب صالح نفس کو) فنائے اطمینان (نفس مطمئنہ) کی حد تک نہیں پہنچاتی، اصلاح ۱۸۲ کی طرف کیوں نہ آئے جبکہ فنائے قلب کے ضمن میں قلب کے کمال کے ساتھ متحقق ہو گیا اور اصلاح پا چکا ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ فنائے قلب کے ضمن میں، یہ اس لئے ہے کہ قلب انسان کے لطائف کا جامع ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کچھ عالمِ کبیر (کائنات) میں ہے وہ عالمِ صغیر میں کہ انسان ہے ثابت ہے اور جو کچھ عالمِ صغیر میں ہے صرف قلب میں کہ جس کو عالمِ اصغر کہتے ہیں موجود ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیشک ابنِ آدم (انسان) کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جاتا ہے تو اس کا تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو اس کا تمام جسم خراب ہو جاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ قلب ہے اور غیب (کا علم) اللہ سبحانہٗ ہی کے پاس ہے وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ٥ [اور ہر علم والے سے اوپر سب سے سورہ ۱۲/۷۶ زیادہ علم والا ہے]۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "فنائے قلبی و روحی وغیرہما کے لئے خواب و بیداری میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضورِ دائمی ہونا لازم ہے یا نہیں" جواب:۔ لازم ہے کیونکہ فنا و بقا ہمارے نزدیک دائمی ہے اور جو دوام نہیں رکھتی وہ دائرۂ اعتبار سے خارج ہے فنا و استہلاک کا معاملہ حضور سے برتر اور نازک تر ہے

جس جگہ کہ استہلاک و اضمحلال (فنائیت) ہے وہاں حضور کا اطلاق شرم ہے فنا میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا ضروری ہے اور دائمی حضور میں ماسوا کا نسیان اور اس کا خیال نہ آنا کچھ بھی ضروری نہیں ہے، دائمی حضور ماسوا کے حضور کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسا کہ پانی جاری ہو اور خس و خاشاک بھی اس کے اوپر بہتے رہیں اور اس (پانی) کے بہنے میں خلل انداز نہ ہوں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "آپ کی سرہند کی جانب روانگی کے وقت ایک خاتون نے آپ کے متعلق خواب میں ایسا دیکھا ہے کہ آپ نے اچھا لباس پہنا ہوا ہے اور جواہرات جڑی ہوئی سونے کی زنجیر آپ کے دونوں پاؤں میں پڑی ہے اور اس نے (آپ کو) قید کیا ہوا ہے، اس خاتون نے آپ سے کہا کہ تو کیفیت میں تھا اور تو نے مجھ سے کہا کہ یہ پیغمبروں کا لباس ہے جو کہ پہنا ہوا ہے اور یہ زنجیر کہ (جس نے) تجھ کو قید کیا ہے پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ہے"۔ آپ جان لیں کہ پیغمبروں کا لباس گویا ان بزرگوں کی نسبت ہے کہ جس کے حاصل ہونے کی بشارت پہنچی ہے اور زنجیر ان کی شریعت ہے تاکہ آپ کو قید میں رکھے اور اس کی حدود سے باہر نہ چھوڑے۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ زنجیر اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے عبارت ہو کہ جس میں آپ داخل ہوئے ہیں اور اس کی قید میں آئے ہیں اور اس سلسلہ کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں[1] اور چونکہ یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور انھوں نے نسبت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ کیا ہے
(اس لئے یہ بات) صادق آتی ہے کہ یہ زنجیر (سلسلہ) پیغمبروں کی ہے علیہم الصلوات والتحیات اور اس صورت ۱۸۳
میں لباس کی تعبیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والبرکات کی شریعت کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں اور یہ اس مکتوب کا آخر ہے، دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کی امید کی جاتی ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الہدیٰ و التزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ الصلوات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۱۰

صلاح آثار عبدالحکیم (لاہوری) کے نام وعظ و نصائح اور نیک لوگوں کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

اے بھائی! ناجنس اور طریقہ کے مخالف کی صحبت سے پرہیز کر اور بدعتی کی مجالس سے گریز کر، یحییٰ معاذ رازی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں یعنی غافل علماء، اور غیر محتاط قاریوں اور

---

[1] کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

این سلسلہ از طلائے ناب ست　　این خانہ تمام آفتاب ست

[یہ زنجیر خالص سونے کی ہے، یہ گھر سب کا سب آفتاب ہے]

صحبت سے اجتناب کر" اور جس شخص نے اپنے آپ کو بزرگی کی گدی پر بٹھایا ہے اور اس کا عمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت کے موافق نہیں ہے اور وہ شریعت منورہ کے زیور سے آراستہ نہیں ہے قطعی طور پر اس سے دور رہ، بلکہ جس شہر میں وہ ہو اُس میں مت رہ، ایسا نہ ہو کہ دنوں کے گذرنے کے ساتھ دل کو اس سے کچھ رغبت پیدا ہو جائے اور مقصدِ اعظم میں خلل ڈال دے کیونکہ وہ اقتدار کے لائق نہیں ہے وہ ایک چھپا ہوا چور اور شیطان کا ایک جال ہے اگرچہ تُو اس سے مختلف قسم کے خوارقِ عادات دیکھے اور تُو اُس کو ظاہر میں دنیا سے بے تعلق پائے، جسقدر تو شیر سے بھاگتا ہے اس کی صحبت سے اُس سے بھی زیادہ بھاگ۔ سید الطائفہ (حضرت) جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے) سب طریقے بند کر دیئے گئے ہیں سوائے اس شخص کے طریقہ کے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے اور نیز فرمایا جس شخص نے نہ قرآن (مجید) حفظ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو اس کام (طریقت) میں اس کی پیروی نہیں کی جائیگی کیونکہ ہمارا علم (معرفت) کتاب و سنت کا پابند ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مقربین صادقین سابقین بزرگانِ دین کے طریقے درحقیقت کتاب و سنت کے پابند ہیں پس وہ (بزرگانِ دین) صوفیا اور علما ہیں جو شریعت و طریقت پر عمل کرتے ہیں اور وہ نبی کریم علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں وہ اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال و اخلاق و افعال و احوال میں ان کا اتباع کرنے والے ہیں، اللہ سبحانہٗ ان کی برکات سے ہمیں بھی مستفیض فرمائے۔

(یہ فقیر) دوبارہ لکھتا ہے کہ آدابِ نبوی میں سستی کرنے والے اور سننِ مصطفوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ ۱۸۴
والسلام کے ترک کرنے والے کو ہرگز عارف خیال نہ کریں اور اُس کے ترکِ دنیا، قطع تعلق اور خوارقِ عادات پر فریفتہ نہ ہوں اور اس کے زہد و توکل اور دعاویٔ توحیدی کے شیدائی نہ بنیں کیونکہ باطل فرقے مثلاً یہود و نصاریٰ اور جوگی اور برہمن ان امور میں حقانی فرقوں کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ ابو عمر بن بجید السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے ہر وہ حال جو علم کا ثمرہ نہ ہو اگرچہ وہ بہت بڑا ہو تو بلاشبہ اس کے صاحب پر اس کا ضرر اس کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ اُن سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا ہے؟ انھوں نے کہا "امر و نہی کے تحت صبر کرنا ہے" کام کا مدار شریعت کے اتباع پر ہے اور نجات کا معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے سے وابستہ ہے، حق و باطل میں صحیح فرق کرنے والی چیز بھی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا اتباع ہے، زہد و توکل اور دنیا سے قطع تعلق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے بغیر مقبول نہیں ہے اور اذکار و افکار و اشواق و اذواق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسل کے بغیر بے نتیجہ ہیں، خوارقِ عادات کا مدار بھوکا رہنے اور ریاضت پر ہے معرفت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے

(حضرت) عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جس شخص نے آداب میں سستی کی اس کو سنتوں سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے سنتوں میں سستی کی اس کو فرائض سے محرومی کی سزا دی گئی اور جس نے فرائض میں سستی کی اس کو معرفت سے محرومی کی سزا دی گئی اور اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا گناہوں سے کفر میں زیادتی ہوتی ہے۔ لوگوں نے سلطانِ وقت شیخ ابو سعید ابو الخیر سے کہا فلاں شخص پانی پر چلتا ہے، آپ نے فرمایا آسان ہے ایک تنکا بھی پانی پر چلتا ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے، فرمایا ایک چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے، انھوں نے کہا فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جاتا ہے، فرمایا شیطان بھی ایک سانس میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے، اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ وقعت نہیں ہے۔ مردِ (حق) وہ ہے جو مخلوق کے درمیان بیٹھے، لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھے اور ایک لحظہ اپنے خدا عزّوجلّ سے غافل نہ ہو۔

ـــــ لوگوں نے امام اولیاء ابو علی رودباری (قدس سرہٗ) سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو لہو ولعب کی چیزیں (گانا بجانا) سنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کا مختلف ہونا مجھ میں تاثیر نہیں کرتا، آپ نے جواب میں فرمایا ہاں پہنچ گیا ہے لیکن جہنم میں پہنچا ہے۔

ـــــ ابو سلیمان دارانی قدس سرہ فرماتے ہیں: "اکثر قوم (صوفیہ) کے نکتوں میں سے کوئی نکتہ میرے دل میں آتا رہتا ہے تو میں اس کو دو عادل گواہوں یعنی کتاب وسنت کے بغیر قبول نہیں کرتا" ـــــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بدعتی لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں ـــــ اور نیز (حدیث شریف میں) آیا ہے کہ جس شخص نے کسی بدعت پر ۱۸۵
عمل کیا شیطان عبادت میں اس کے ساتھ تخلیہ کرتا ہے اور اس پر خشوع وگریہ طاری کر دیتا ہے اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ صاحب بدعت کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ کوئی اور فرض اور نہ کوئی نفل قبول کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے ـــــ شیخ علی بن بکر قدس سرہٗ نے معراج الہدایہ میں فرمایا کہ "تو اس بات کو حق جان لے اور سچی سمجھ لے کہ ہر انسان کا حسن وکمال وزینت وجمال تمام امور میں بلحاظِ ظاہر وباطن اصول وفروع، عقل وفعل، عادت وعبادت، اخلاق واطوار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے کامل اتباع میں ہے بہرکیف نکتۂ تمام سعادتیں سنت کے اتباع یعنی اخلاص کو ملحوظ رکھتے ہوئے اوامر کے بجا لانے اور خوف کو ملحوظ رکھتے ہوئے منہیات کو برا جاننے (یعنی ان سے بچنے) میں ہی نہیں بلکہ اپنے تمام افعال واطوار وحرکات وسکنات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقوش قدم پر چلنے میں ہیں یہاں تک کہ نفس کو شریعت کی لگام دی جائے اور قلب میں حقیقت کے حقائق جلوہ نما ہوں، اور یہ بات اس کے بغیر

حاصل نہیں ہوتی کہ بُری عادتوں سے سنت کے قانون کے مطابق قلب کی صفائی کی جائے اور ذکر و تلاوت و معرفت اور اچھے اخلاق کے ساتھ اُس (قلب) کو منور کیا جائے اور اس میں اس طرح اعتدال پیدا کیا جائے کہ اعضاء کی تمام حرکات اعتدال کے طریقہ پر جاری ہوں یہاں تک کہ اس میں ان (امور) کے ساتھ عدل کی ہیئت پیدا ہو جائے وہ حقائق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور عنایاتِ الٰہی کی ہوا کے جھونکوں کی صلاحیت پیدا کرلے جو کہ احسن طریق کے سلوک کے لئے مخصوص ہیں" یہ ہے جو انھوں نے کہا ہے۔ اور اگر کوئی گناہ واقع ہو جائے تو تُو جلدی اس کا تدارک توبہ و استغفار کے ساتھ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے توبہ پوشیدہ کر اور علانیہ گناہ کے لئے توبہ علانیہ کر اور توبہ کو دوسرے وقت پر نہ رکھ — اور منقول ہے کہ کراماً کاتبین (اعمال لکھنے والے فرشتے) گناہ کے لکھنے میں تین ساعت تک توقف کرتے ہیں، اگر گناہ کرنے والے نے اس عرصہ میں توبہ کرلی تو وہ اس گناہ کو نہیں لکھتے ورنہ نامۂ اعمال میں درج کر دیتے ہیں — جعفر بن سنان قدس سرہٗ فرماتے ہیں جس گناہ کا تو نے ارتکاب کیا ہے اس سے توبہ کرنے سے تیرا غفلت کرنا اُس کے ارتکاب سے زیادہ بُرا ہے اور اگر اس قدر جلدی سے توبہ میسر نہ ہو تو غرغرہ (موت کے وقت حلق سے نکلنے والی آواز) کا معاملہ پہنچنے سے پہلے پہلے جب بھی توبہ کرے مقبول ہے — حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والے کی قبول کرے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ دراز فرماتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والے کی توبہ قبول کرے۔ — چاہیے کہ پرہیزگاری و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے، ممنوعات و مشتبہات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راستہ میں منہیات کے ارتکاب سے پہلے اُن سے باز رہنا اور اوامر کو بجا لانا ترقی بخشنے اور فائدہ دینے والا ہے ۱۸۶
— ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ نیک اعمال ہر نیک و بد آدمی کرتا ہے لیکن گناہوں سے صدیق ہی بچتا ہے — (حضرت) معروف کرخی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی آنکھوں کو بند رکھو اگرچہ ایک مادہ بکری کی ہو — حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے جلیس وہ لوگ ہیں جو دنیا میں پرہیزگاری اور زہد کرنے والے ہیں — اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ پرہیزگار آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کی طرف ہدیہ بھیجنا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے ساتھ بات چیت کرنا نیکی ہے — اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے پرہیزگار آدمی کی دو رکعت مخلط (گڈمڈ کرنے والا یعنی غیر متقی) کی ہزار رکعت سے افضل ہیں، اور جس امر میں کہ تیرا دل توقف کرے تو اس کو چھوڑ دے اور اس کا مرتکب نہ ہو، اور نفس کے فتویٰ پر مت چل اور تردد والے امور میں دل کو مفتی بنا — اور حدیث شریف میں آیا ہے نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو سکون ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے

جس کی طرف نفس کو سکون ہو اور قلب کو اس کی طرف اطمینان نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے پس تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے ——— اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ شک آ جائے اور دل توقف کرے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر شک نہ آئے تو (اس کا) ارتکاب معاف ہے ——— حدیث شریف میں آیا ہے حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں حلال کر دیا ہے اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو معاف کر دیا گیا ہے جو شخص کہ مشتبہ امور میں مبتلا ہو جائے اس کے لئے تمیز کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنے سینہ یا دل پر رکھے اگر (اس کو) ساکن پائے تو اس امر پر عمل کرے اور اگر مضطرب پائے تو اپنے آپ کو اس سے باز رکھے ——— حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ تیرا نفس تجھ کو فتویٰ دیتا ہے تو اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ پس بیشک وہ حلال کے متعلق سکون حاصل کرے گا اور حرام کے متعلق اضطراب پائے گا، تو اس چیز کو جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لئے چھوڑ دے جو تجھے شک میں نہ ڈالے اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں، بیشک مومن صغیرہ گناہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ مبادا وہ کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو جائے ——— اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ تو اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھ پس بیشک دل حلال کے متعلق سکون پاتا ہے الیٰ آخرہ۔

——— اپنی تمام طاعات و عبادات کو قابلِ ہمت جانے اور اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے سے قاصر سمجھے۔

——— ابو محمد بن منازل قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر قسم کی عبادات ہیں پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۱۷؍ع۳ [وہ لوگ صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، عاجزی کرنے والے، خرچ کرنے والے اور اخیر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں] - (اس آیتِ کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے تمام مقامات کو استغفار کے مقام پر ختم فرمایا ہے تاکہ بندہ اپنے تمام افعال و احوال میں اپنا قصور دیکھے پس اس کو چاہئے کہ ان سب افعال سے معافی طلب کرے ——— (حضرت) جعفر بن سنان قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ عبادت گذاروں کا اپنی عبادت کی ۱۸۷
وجہ سے گنہگاروں پر تکبر کرنا ان کے گناہوں سے زیادہ برا اور ضرر رساں ہے ——— لوگوں نے حضرت مرتعش قدس سرہٗ کو رمضان المبارک کے عشرۂ اواخر میں جامع مسجد کے باہر دیکھا پس ان سے کہا گیا کہ وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو مسجد سے نکالا؟ آپ نے فرمایا: قراء اور ان کے پاس ان کی عبادت کی تعظیم کے مشاہدہ نے ———

اور اگر اپنی اور اپنے اہل و عیال کی روزی کے لئے کوئی کسب مثلاً تجارت وغیرہ اختیار کرے تو کوئی مضائقہ

نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے کیونکہ سلف نے اس کو اختیار کیا ہے اور احادیث میں کسب کے فضائل بکثرت ہیں اور اگر توکل اختیار کرے تو (یہ) بھی اچھا ہے لیکن بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھتا ہو ـــ محمد بن سالم سے ایک شخص نے پوچھا کیا ہم کسب کے ساتھ بندگی میں لے جاتے ہیں یا توکل کے ساتھ؟ تو انھوں نے فرمایا "توکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا حال ہے اور کسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت ہے اور بیشک کسب اس شخص کے لئے سنت ہے جس کو توکل کی حالت سے کمزوری لاحق ہو جائے اور کمال کے اُس درجہ سے گر جائے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال ہے پس جو شخص توکل کی طاقت رکھتا ہے اس کے لئے کسب مباح نہیں ہے لیکن وہ کسب معاونت کرے کسب پر اعتماد نہ کرے، اور جو شخص توکل کے اُس حال سے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حال ہے کمزور ہو جائے اس کے لئے معاش و کسب کا طلب کرنا مباح کر دیا گیا ہے تاکہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے درجے سے نہ گر جائے جیسا کہ وہ آپ کے حال سے گر گیا ہے ـــ ابو محمد بن منازل فرماتے ہیں کسب کے ساتھ تفویض (اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا) اس (کسب) کے اس (تفویض) سے خالی ہونے سے بہتر ہے، اور کھانا کھانے میں اعتدال کا خیال رکھے نہ اس قدر کھائے کہ عبادت میں سستی پیدا ہو اور بے مزہ کر دے اور نہ اسقدر کمی کرے کہ اذکار وطاعات سے عاجز رہ جائے ـــ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا "اچھی غذا کھا اور کام کو اچھی طرح کر" مختصر یہ کہ مدار عبادت پر ہے جس قدر (خوراک) کہ اس کی مددگار ہے مبارک ہے اور جو چیز اس معاملہ میں خلل ڈالنے والی ہے منع ہے اور جن افعال و حرکات کا قصد کرے ان سب میں نیت کو ملحوظ رکھے کسی بھی کام میں جبتک اچھی نیت حاصل نہ ہو جائے تک ممکن ہو شروع ہی نہ کرے اور گوشہ نشینی و خاموشی کی طرف راغب رہے ـــ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ "حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی میں ہیں اور ان میں سے ایک خاموشی میں ہے" اور لوگوں کے ساتھ میل جول ضرورت کے مطابق رکھے اور تمام اوقات کو مراقبہ واذکار میں بسر کرے، کام کرنے کا وقت ہے صحبت رکھنے (مجلس قائم کرنے) کا وقت آگے آنے والا ہے، سوائے اُس صحبت کے جو فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہو کہ وہ محمود بلکہ ضروری ہے اور اسی طرح اہلِ طریقہ کے ساتھ صحبت رکھنا بھی ایک دوسرے میں فانی ہونے اور بیکار باتیں درمیان میں نہ لانے کی شرط کے ساتھ مستحسن بلکہ بعض اوقات میں گوشہ نشینی سے افضل ہے اور طریقہ کے مخالف ۱۹۸ کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہئے اور ہر نیک و بد کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، باطن خواہ (اس سے) خوش ہو یا ناخوش ہو اور جو شخص عذر کے ساتھ پیش آئے اس کا عذر قبول کرے اور اچھا اخلاق رکھے کسی پر اعتراض کرنے سے پرہیز کرے اور نرم و مناسب بات کہے اور خدائے عزوجل کے (حق کے) علاوہ

کسی شخص کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے ـــــ شیخ عبداللہ بابانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ درویشی نہ نماز و
روزہ ہے اور نہ راتوں کو جاگنا ہے، یہ تو سب بندگی کے اسباب ہیں، درویشی کسی کو رنج نہ پہنچانا ہے اگر تُو یہ
حاصل کرلے تو واصل ہو جائے ـــــ لوگوں نے محمد بن سالم (رحمہ اللہ) سے پوچھا مخلوق میں سے اولیاء اللہ کو
کس چیز سے پہچانا جاتا ہے انھوں نے فرمایا اُن کی زبان کی نرمی، حسنِ اخلاق، کشادہ روئی، سخاوتِ نفس
قلتِ اعتراض، عذر والوں کا عذر قبول کرنے اور تمام مخلوق پر خواہ وہ نیک ہوں یا بد، کامل شفقت سے
(پہچانا جاتا ہے) ـــــ ابوعبداللہ احمد مقری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "جوانمردی یہ ہے کہ جس شخص سے تُو بغض
رکھتا ہے اس کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آئے اور جسے تو ناپسند کرتا ہے اس کے لئے مال خرچ کرے
اور جس شخص سے تیرا دل نفرت کرتا ہے اس کے ساتھ خوب میل جول رکھے" اور بات کرنے میں کم گوئی کو
ملحوظ رکھنا چاہئے اور زیادہ سونا اور زیادہ ہنسنا نہیں چاہئے کیونکہ (یہ) دل کو مردہ کرتا ہے اور اپنے تمام
امور کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دے اور خود بندگی میں مستعد رہے تاکہ تُو امور کی تدبیر سے فارغ رہے ـــــ
اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ) نے کیا اچھا فرمایا ہے کہ دنیا کی ہر حاجت کا حصول اس کا
ترک ہے اور جب تیرا دل ایک (اللہ تعالیٰ کی) جانب ہو گیا وہ تیرے تمام امور کو کفایت کرے گا ـــــ
حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے اپنی فکروں کو ایک فکر (اللہ کی یاد) بنا لیا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا
و آخرت کی فکروں کے لئے کافی ہوگا اور نیز اپنے بندوں کو تجھ پر مہربان کر دے گا تاکہ وہ تیرے کاموں کو
درست کریں ـــــ یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تُو جسقدر اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا مخلوق
اسی قدر تجھ سے محبت کریگی اور تُو جسقدر اللہ تعالیٰ سے خوف کریگا مخلوق اسی قدر تجھ سے خوف کریگی اور
تُو جس قدر اللہ عزوجل کے ساتھ مشغول رہے گا مخلوق اسی قدر تیرے کام میں مشغول رہے گی ـــــ
اور نیز آپ ہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے خوش ہوا، اشیاء اس کی خدمت سے
خوش ہوئیں اور جس کی آنکھ کی ٹھنڈک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے تمام اشیاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک اس کی
طرف دیکھنے سے ہے ـ مختصر یہ کہ اس ذات (اللہ تعالیٰ) کے لئے رہ ورنہ مت رہ اور اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول
مت ہو اور پروردگار کے فضل پر اعتماد کرنے کے علاوہ کسی پر اعتماد نہ کر ـــــ ابو محمد راشی رحمہ اللہ نے
کہا ہے کہ "تیرے اور حق (جل وعلا) کے درمیان بہت بڑا حجاب تیرا اپنے نفس کی تدبیر میں مشغول
ہونا اور تیرا اپنے اسباب میں اپنے جیسے عاجز پر بھروسہ کرنا ہے، صوفی اُسی وقت صوفی بنتا ہے جبکہ زمین
اس کو برداشت نہ کرے اور آسمان اس کو سایہ نہ کرے اور اس کے لئے مخلوق کے نزدیک قبولیت نہ ہو اور ۱۸۹
تمام احوال میں اس کا مرجع خالق تبارک (وتعالیٰ) کی طرف ہو، اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے

اور میل جول بقدر ضرورت رکھنا چاہیے تاکہ اُن کا حق ادا ہو جائے اور ان کے ساتھ کامل اُنس پیدا نہیں کرنا
چاہیے تاکہ بارگاہ مقدس سے روگردانی کا باعث نہ ہو جائے اور باطنی احوال کو نااہل سے بیان نہیں کرنا
چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو مالداروں کے ساتھ صحبت نہیں رکھنی چاہیے اور تمام حالات میں سنت کو اختیار
کرنا چاہیے اور حتی الامکان بدعت سے بچنا چاہیے اور بسط (احوال و واردات کی کثرت) کے زمانہ میں حدودِ
شرعیہ کو اچھی طرح ملحوظ رکھنا چاہیے اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور قبض (احوال و واردات کی
بندش) کے وقت پُر امید رہنا چاہیے، رنجیدہ و مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ
الْعُسْرِ يُسْرًا [پس بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے] سختی اور نرمی میں ارادہ کرے ۹۴ ۵، ۶
کہ یکساں رہے اور وجود و عدم (کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی حالت) میں ایک ہی روش پر رہے بلکہ عدم میں
راحت پائے اور وجود میں مضطرب رہے۔ لوگوں نے ابو سعید اعرابی قدس سرہٗ سے فقراء کے اخلاق کے
بارے میں پوچھا انھوں نے کہا کہ "فقراء کا اخلاق فقر (افلاس) کے وقت سکون اور وجود (فراخی) کے وقت
اضطراب اور غموں کے ساتھ اُنس اور خوشیوں کے وقت وحشت ہے" اور مصائب میں نہ گھبرائے اور لوگوں
کے عیبوں پر نظر نہ کرے اور اپنے عیبوں کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اور اپنے آپ کو کسی مسلمان پر فضیلت نہ دے
اور سب کو اپنے سے افضل جانے۔ (حضرت) سری سقطی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو کسی شخص پر فضیلت
نہیں ہے اُن سے کہا گیا کہ کیا مخنثوں پر بھی نہیں ہے تو فرمایا اور مخنثوں پر بھی نہیں ہے۔ اور ہر مسلمان کے
بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ میرے کام کا حل اس کی ذات کی برکت اور دعا سے ہو سکتا ہے، اور اہل حقوق کا پابند
رہے۔ اہل اللہ کے کلام میں آیا ہے کہ "بیشک مومن صاحب حق کے لئے پابند ہے الحدیث" اور نیز حدیث
شریف میں آیا ہے کہ جس شخص نے تین چیزوں سے ناک بھوں نہیں چڑھائی تو وہ سچا مومن ہے، اہل و عیال
کی خدمت، فقراء کے ساتھ بیٹھنا اور خادم کے ساتھ کھانا، یہ افعال اُن مومنین کی نشانیوں میں سے ہیں
جن کی صفت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے، أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا [وہی لوگ سچے ۸ ۴
مومن ہیں] اور اسلاف کی سیرتوں کو ہر وقت ملحوظ رکھے اور غرباء، فقراء و مساکین کی صحبت کی طرف
راغب رہے اور کسی شخص کی غیبت نہ کرے بلکہ غیبت کرنے والے کو حتی الامکان منع کرے اور نیکی کا امر
کرنے اور برائی سے روکنے کو اپنا شیوہ بنائے اور مال خرچ کرنے پر حریص رہے اور نیکیوں کے ادا کرنے سے مسرور
ہوا کرے اور برائیوں کے ارتکاب سے دور رہے۔ لوگوں نے محمد بن علیان قدس سرہٗ سے پوچھا کہ بندہ
سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامات کیا ہیں انھوں نے فرمایا عبادات میں اس کو سرور حاصل ہونا اور

گناہوں سے اس کو گرانی ہونا ــــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کو کسی گناہ نے غمگین کیا اور کسی ص ۱۹۰
نیکی نے خوش کیا تو وہ مومن ہے اور افلاس کے خوف سے بخل نہ کرے، اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ ع ۲ / ۲۶۸
وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (شیطان تم سے افلاس کا وعدہ کرتا ہے اور تم کو برائیوں کا امر کرتا ہے) روزی کی
کمی سے غمگین نہ ہو کیونکہ عیش کا وقت آگے آنے والا ہے، اللّٰھمّ ان العیش عیش الاٰخرۃ
[اے اللہ بیشک عیش تو آخرت کا عیش ہے] اس جگہ (دنیا) کی تنگی وہاں (آخرت) کی فراخی کا باعث ہے۔
ــــ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کا رزق قلیل اور کنبہ کثیر ہو اور
اس کی نماز اچھی طرح ادا ہوئی اور اس نے مسلمانوں کی غیبت نہیں کی تو قیامت کے روز وہ اس حال میں
آئے گا کہ میرے ساتھ ان دو (انگلیوں) کی طرح ہوگا ــــ اور نیز آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو حج کرتے ہوئے مرا اور جس نے غازی ہو کر صبح کی، ایسا
شخص جس کا حال (لوگوں پر) پوشیدہ ہو، عیال دار ہو، پاکباز ہو، تھوڑی سی دنیا پر قانع ہو،
دنیا والوں کے پاس ہنستے ہوئے جاتا ہو اور اُن کے پاس سے ہنستا ہوا واپس آتا ہو۔ پس اس
ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حاجی ہیں اور غازی ہیں،
. . . . . اور فقرا اور دینی بھائیوں کی خدمت کرنے میں اپنے آپ کو بازنہیں رکھنا چاہیے ــــ
جعفر خلدیؒ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ شرفا کی کوشش اپنے بھائیوں کے لئے ہے نہ کہ اپنی ذات کے لئے ــــ ابو عبداللہ
خفیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دوستوں میں سے ایک دوست میرا مہمان ہوا، اتفاق سے اس کو پیٹ
کی بیماری (اسہال) لاحق ہو گئی اور میں نے اس کی خدمت کو اپنے ذمہ لیا اور میں اس کی خدمت کرتا تھا اور
تمام رات طشت (تھال) اُس کے سامنے سے اُٹھاتا تھا ایک دفعہ مجھ کو اونگھ آگئی اُس نے مجھ سے کہا
نمت لعنک اللہ، یعنی تو سو گیا خدائے تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے، لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ جس وقت اُس نے
تجھ کو لعنک اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے] کہا تو نے اپنے نفس کو کیسا پایا، میں نے کہا کہ میں نے ایسا پایا
کہ اس نے مجھ کو رحمک اللہ [اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے] کہا ہے"۔ اور جس حال کو تو نہیں پہنچا ہے بلا وجہ اس
میں گفتگو نہ کرے ــــ ابو عمر زجاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایسے حال کے بارے میں
گفتگو کی جس تک وہ نہیں پہنچا ہے تو اس کا کلام فتنہ ہے پس جو شخص اس کو سنتا ہے اور دعویٰ اس کے
دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اس حال کی طرف پہنچنے اور اس تک وصول سے محروم رہتا ہے ــــ اور صوفیہ کی
خدمت آداب کے ساتھ کرنا کہ تو ان کی برکات سے بہرہ ور ہو جائے، الطریقۃ کلھا ادب [طریقت تمام
ادب ہے] یہ مقولہ آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی بے ادب خدائے تعالیٰ تک نہیں پہنچا ہے، ارادہ ہے کہ اس

لہ یہ لفظ حذاقی ہے بفتح حاء حطہ وتشدید ذال معجمہ (نفحات الانس حاشیہ صفحہ ۲۳۵)۔ لہ دیکھو نفحات صفحہ ۲۲۴ پر دو مختلف طریقے سے درج ہے (مترجم)

بزرگ گروہ کے بعض آداب علیحدہ کاغذ پر لکھوں۔ ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ سرہ الاقدس نے اس بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور پیر کے بعض ضروری آداب اس میں درج فرمائے ہیں اگر مل جائے تو اس کا مطالعہ کریں۔ مختصر یہ ہے کہ ہیچ و بے نفس ہو کر ان (بزرگوں) کی خدمت میں پوری طرح پیشقدمی کرے
۱۹۱ ورنہ ان بزرگوں کی ہم نشینی کی ہوس نہ کرے کیونکہ اس صورت میں ضرر کا احتمال غالب ہے اور نفع موقوف ہے ۔۔۔ ابوبکر بن سعدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے[1] "من صحب الصوفیۃ فلیصحبہم بلا نفس ولا قلب ولا ملک فمتی نظر الی شیء من اشیائہ قطعہ ذلک عن بلوغ مقصدہ" یعنی جو شخص صوفیہ کی صحبت کو اختیار کرے تو اس کو چاہیے کہ بے نفس و بے قلب اور بے ملکیت ہو کر ان کی صحبت اختیار کرے پس جب وہ اپنی چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف نظر کرتا ہے تو وہ اس کو مطلوب تک پہنچنے سے روک دیتی ہے۔" اور حق جل وعلا کی طلب میں اپنے آپ کو آرام مت دے اور بے چین رہ ۔۔۔ ابوبکر طمستانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آگیا تو تصوف نہیں رہا۔ محب کو محبوب کے بغیر آرام اور ما سوا کے ساتھ انس و الفت نہیں ہے اور ہمیشہ اس کے باطن سے یہ آواز نکلتی ہے ؎

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام ۔۔۔ دل ترا می طلبد دیدہ ترا می خواہد

(میں آنکھ اور دل کو کس چیز میں مشغول کروں کہ ہمیشہ دل تجھ کو طلب کرتا ہے اور آنکھ تجھ کو چاہتی ہے)

مرید کو اس صفت کا ہونا چاہیے جو کہ اس آیت کریمہ میں مذکور ہے: حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْہِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْہِمْ اَنْفُسُہُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ[2] (یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان پر ان کی اپنی جانیں تنگ ہو گئیں اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ سے سوائے اسی کی طرف رجوع کرنے کے کوئی جائے پناہ نہیں) جب اس کی تشنگی اس درجہ کو پہنچ جائے اور تمام روئے زمین فراخ ہونے کے باوجود اس پر تنگ و تاریک ہو جائے تو امید ہے کہ رحمت کا سمندر جوش میں آئے اور اس گھر بار و ساز و سامان برباد کرنے والے عاشق کو اس سے وارفتہ کر دے اور اپنی وحدت کے خلوت خانہ میں جگہ دیدے۔

؎ دادیم ترا ز گنج مقصود نشان ۔۔۔ گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانہ کی نشان دہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو پہنچ جائے)

آپ دوستوں سے اس مسکین کی التماس یہ ہے کہ اس فرقت زدہ گنہگار کو اپنی مقبول دعاؤں سے فراموش نہ کریں اور اس تعالیٰ کے کرم عام سے درخواست کریں کہ یہ گنہگار تباہ کار قیامت کے روز رحمت کئے ہوئے گنہگاروں کی قطار میں داخل ہو جائے۔ ؎

[1] نفحات ص ۱۸۰ ۔ [2] سورت ۹ آیت ۱۱۸

کجا ما و کجا زنجیرِ زلفش عجب دیوانگی اندر سر افتاد

[کہاں ہم اور کہاں اس کی زلف کی زنجیر، سر میں ایک عجیب دیوانگی پیدا ہو گئی ہے۔]

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ [آپ کا رب جو بڑی عزت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے] ۳۷ / ۱۸۰-۱۸۲

مکتوب ۱۱۱

محمد حسین کابلی کے نام درود شریف کی ترغیب کے بیان میں تحریر فرمایا۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اللہ تعالیٰ شریعتِ عالیہ و سنتِ منورہ کے طریقہ پر استقامت
۱۹۲ عطا فرما کر باطنی ترقیات کے ساتھ معزز رکھے میرے مخدوم! اس عالمِ فانی میں خوشگوار نعمت تشنگی اور اضطراب ہے اور شوقِ احدیت کی آگ کی شعلہ زنی اور معیت کی طلب میں درد و غم اور بے چینی ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون آ گیا تو تصوف نہیں رہا۔ یہ شوق اور غم سعادت کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب اور سوز حصول کا سرچشمہ ہے۔ مصرع

با درد بساز چوں دوائے تو منم [جبکہ تیری دوا میں ہوں تو درد کے ساتھ موافقت کر]

انسان کو موجودات پر فضیلت عشق و درد کی وجہ سے ہے۔ مصرع

درد را بجز آدمی در خورد نیست [درد کے لائق آدمی کے سوا کوئی نہیں ہے]

آدمی جسقدر زیادہ درد و محبت کا مورد ہو گا معیت و قرب میں (اسی قدر) زیادہ کامل ہو گا المرء مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرنے دیتی کہ محبِ صادق کو نصیب نہ ہو، والمنۃ لخالق الوریٰ [اور احسان خالقِ کائنات کا ہے] والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۱۲

محمد میرک گرزبردار کے نام اوقات کو معمور رکھنے کا شوق دلانے اور پرہیزگاری و تقویٰ پر رغبت دلانے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس محرود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں اور

اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کے لئے دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم! یہ چند روزہ زندگی بہت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم امور میں صرف ہو اور (امور کی) اہمیت لوگوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، بندی کے لئے کوئی امر مناسب ہے اور متوسط کیلئے کوئی امر اور منتہی کے لئے کوئی دوسرا امر، اگر ان تینوں امور میں سے کوئی امر بے موقع بجالایا جائے تو معطلی و بیکاری میں داخل ہے اور یہ ابرار کے اعمال میں داخل ہے نہ مقربین کے اعمال میں، وقت و حال کے مطابق مشغول رہیں اور ترقیات کے دروازوں کو کھلا رکھیں اور توشۂ آخرت کو مولائے حقیقی جل شانہ کی خوشنودی کے لئے تیار کریں، وَلْتَنْظُرْ
۵۹ پ ۲۸ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ [اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے] اور سب سے بہتر توشہ (زادِراہ) پرہیزگاری و تقویٰ ہے، گناہوں سے بچنے کے مقابلہ میں نیک اعمال کا بجالانا نفس پر زیادہ آسان ہے اور ہر وہ عمل جو نفس پر زیادہ شاق ہے اس کا اجر کئی گنا زیادہ ہے، پرہیزگاری کے برابر کائنات
۱۹۳ کی کوئی چیز نہیں ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ اعمالِ خیر سب ہی نیک و بد آدمی کرتے ہیں اور گناہوں سے صرف صدیق ہی بچتا ہے ــ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے ہم نشین وہ ہوں گے جو دنیا میں اہلِ ورع و زہد ہیں (ابن لال عن سلمان) ــ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ پرہیزگار آدمی کی دو رکعت (نماز) مخلط (غیر متقی) کی ہزار رکعت سے بہتر ہیں (فر عن انس) ــ اور نیز آنحضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پرہیزگار آدمی کے پیچھے نماز مقبول ہے، اور پرہیزگار آدمی کی طرف ہدیہ بھیجنا مقبول ہے اور پرہیزگار آدمی کے ساتھ بیٹھنا عبادت ہے اور اس کے ساتھ مذاکرہ کرنا صدقہ (نیکی) ہے، (فر عن البراء) ــ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ مومن گناہِ صغیرہ کو اس خوف سے چھوڑ دیتا ہے کہ گناہ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو جائے (الحکیم عن عثمان بن عطا عن ابیہ مرسلا) دونوں سلامتی خاتمہ کی دعا کی تمنا کی جاتی ہے والسلام

مکتوب ۱۱۳

ماہ جیو کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد، ہمشیرۂ عفیفہ نے اس ناکارہ سے درخواست کی ہے کہ اس طریقۂ عالیہ کے ذکر اور باطنی شغل کا طریقہ احاطۂ تحریر میں لائے۔ درخواست کو قبول کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے، غور سے سنیں کہ باطنی شغل ہمارے طریقہ میں چند قسم کا ہے۔ قسم اول ذکر اسم ذات ہے اور اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو چاہئے کہ اپنی زبان کو تالو سے لگالے اور پوری توجہ

کیساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہو جائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور یہ قلبِ صنوبری قلبِ حقیقی کا آشیانہ ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اور اس کو حقیقتِ جامعہ بھی کہتے ہیں اور لفظ مبارک اللّٰہ کو دل میں خیال کے طور پر گزارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کئے بغیر کہے اور سانس کو نہ روکے اور ذکر کہنے میں زبان کو کسی طرح کا دخل نہ دے، سانس حسبِ معمول آتا رہے اور لفظِ مبارک اللّٰہ سے بے مثل ذات مراد لے اور اس کی کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔

۱۹۳ جاننا چاہیئے کہ جس طرح قلب بائیں ہاتھ کی جانب سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا (لطیفۂ) روح دائیں ہاتھ (کی جانب) سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور سینہ کا درمیانی حصہ جو سِرّ وخفی واخفیٰ کا مقام ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس وحواسِ باطنہ کی جگہ دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور جب ذکر غالب آجاتا ہے تو تمام بدن کا احاطہ کر لیتا ہے اور بدن کا ہر جزو دل کی طرح ذاکر ہو جاتا ہے اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں، طالب کو چاہیئے کہ ذکر پر اسقدر ہمیشگی کرے کہ ذکر و حضور دل کا ملکہ ہو جائے اور اس کی صفتِ لازمہ بن جائے جیسا کہ سننا، قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے چنانچہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دل سے دور کرے تو دور نہ ہو۔

قسمِ دوم، ذکرِ نفی واثبات یعنی لا الٰہ الا اللّٰہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگائے اور سانس کو ناف کے نیچے روکے اور کلمۂ لا کو ناف سے کھینچے اور سر کے وسط تک پہنچائے اور اِلٰہ کو وسطِ سر سے دائیں کندھے پر لائے اور الا اللّٰہ کو دائیں کندھے سے دلِ صنوبری پر جو بائیں پہلو میں واقع ہے لائے، اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (لا) ہو جاتا ہے اور ان کلمات کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جانا خیال کے ساتھ ہونا چاہیے اور اعضا اور سانس کو حرکت نہ دے اور سانس ناف کے نیچے رُکا رہے، اور سانس کو جب تک روک سکے اس کلمہ کو کہتا رہے لیکن ہر سانس میں طاق عدد کہے جفت نہ کہے اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں اور جب سانس میں تنگی محسوس ہو اس کو چھوڑ دے اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقوں کے مطابق ذکر مذکور کہے پھر اسی طرح کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے، اور اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذات پاک (اللّٰہ تعالیٰ) کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ اس ذکر کو اوّلاً حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی (قدس سرہ) کو جو کہ حضرات خواجگان قدس اسرارہم کے سر سلسلہ ہیں تعلیم کیا ہے۔ حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ آپ پانی میں غوطہ لگائیں انھوں نے پانی میں ذکر تعلیم کیا شاید کہ پانی میں غوطہ لگانا اسلئے ہو گا کہ سانس برقرار رہے اور جنبش نہ کرے۔

قسمِ سوم وقوفِ قلبی ہے اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کے بغیر دل کی طرف متوجہ وواقف رہے اور اس (دل) پر نگاہ رکھے تاکہ ماسوا کا خیال دل پر گذرنے کا راستہ بند ہو جائے اور پراگندگی خیال اس میں راہ نہ پائے اس کے بعد دل کو مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی کیونکہ دل کے حق میں بیکار رہنا مفقود ہے، جب ماسوا کا راستہ اس سے بند ہو جائے تو اس کے لئے بارگاہِ مقدس کی طرف متوجہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دل کو دشمن سے خالی رکھو دوست کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۹۵ قسمِ چہارم مراقبہ ہے اور مراقبہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے، اور مراقبہ کے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کی آگاہی و علم ہے یعنی سالک تصور کرے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ (سالک) مراقبہ سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے اور دلوں کی باتوں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور دوسادس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔

قسمِ پنجم رابطہ ہے (یعنی) دل میں پیر کی صورت کا تصور کرے، بزرگوں نے کہا ہے ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق [رہبر (پیر) کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے]

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کیلئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر مرید کے لئے حق سبحانہٗ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس مرید پیر کے ساتھ مناسبت جسقدر زیادہ اسباب رکھتا ہوگا اس کے باطن میں اسی قدر زیادہ فیض اخذ کریگا اور بہت جلد مطلب کو پہنچ جائیگا مرید کو چاہئے کہ اول پیر میں فنا (فنا فی الشیخ) ہو جائے اس کے بعد وہ فنا فی اللہ کو پہنچے گا۔ ؎

زاں روئے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ احول (بھینگی یعنی ٹیڑھا دیکھنے والی) ہے اس لئے تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

اور رابطہ کے طریقے سے پیر میں فنا (فنا فی الشیخ) حاصل ہوتی ہے اور نیز پیر کی صحبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنیٰ (فنا فی الشیخ) کو قوت دینے والی اور پیر کے ساتھ مناسبت اور پیر میں فنائیت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

❖ ❖ ❖

❖ ❖ ❖

❖

مکتوب ۱۱۴

فضائل مآب مولانا بدرالدین کے نام طریقہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ جان لیں کہ ہمارے طریقہ میں باطنی شغل چند قسم کا ہے: اوّل ذکرِ اسمِ ذات ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب اپنی زبان کو تالو سے لگا لے ۱۹۶
اور پوری کوشش کے ساتھ قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ ہو جائے جو کہ بائیں پہلو میں واقع ہے اور وہ قلبِ حقیقی کا مکان ہے جو کہ عالمِ امر سے ہے اس کو حقیقتِ جامعہ کہا جاتا ہے اور لفظِ مبارک اللہ کو دل میں گذارے اور دل کی زبان سے اس بزرگ لفظ کو دل کی صورت کا تصور کئے بغیر کہے اور سانس نہ روکے کیونکہ اس ذکر میں سانس کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ سانس کو اپنی حالت پر جاری رہنے دے اور لفظِ مبارک اللہ سے ذاتِ محض (بیچون) مراد لے، یعنی اس لفظِ مبارک سے ذات کے ساتھ صفات میں سے کوئی صفت ملحوظ نہ رکھے تاکہ ذات کی بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آجائے اور تنزیہ سے تشبیہ کی طرف مائل نہ ہو جائے۔
جان لیں کہ جس طرح قلب کا تعلق بائیں جانب کے ساتھ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے پس (اسی طرح) روح کا تعلق دائیں جانب کے ساتھ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور درمیانِ سینہ جو کہ سِر و خفی و اخفیٰ کی جگہ ہے وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور نفس و حواسِ باطنہ کا مقام دماغ ہے اور وہ بھی ذکر کا مقام ہے اور ذکر ان چاروں مقامات سے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتا ہے اور جب ذاکر پر ذکر کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کے تمام بدن کو احاطہ کر لیتا ہے یہاں تک کہ بدن کے اجزا میں سے ہر جزو اور اس کے بالوں میں سے ہر بال قلب کی مانند ذاکر ہو جاتا ہے اور اس حالت کو سلطان الذکر سے موسوم کیا جاتا ہے، پھر طالب پر واجب ہے کہ ذکر پر مداومت کرے یہاں تک کہ ذکر و حضور اس کے دل کا ملکہ اور اس کی صفتِ لازمہ ہو جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی صفت اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے یہاں تک کہ اگر ذکر و حضور کو تکلف کے ساتھ بھی دور کیا جائے تب بھی دور نہ ہو۔

اور دوسرے ذکرِ نفی و اثبات یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا لے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اور سانس کو ناف کے نیچے روکے، کلمہ "لا" کو ناف سے دماغ تک کھینچے اور کلمہ "الٰہ" کو اس (دماغ) سے دائیں کندھے تک لائے اور کلمہ "الا اللہ" کو اس (کندھے) سے قلبِ صنوبری پر ضرب کرے پس اس مجموعہ کا نقش لائے معکوس کی صورت پر (ﻻ) ہو جائے گا اور کلماتِ مذکورہ ایک

مقام سے دوسرے مقام تک محض خیال کے ساتھ جاری کئے جائیں یہاں تک کہ ان میں اعضاء اور سانس کی حرکت کا دخل نہ ہو اور سانس ناف کے نیچے رُکا رہے اور جب تک سانس روکا جاسکے کلمہ کے تکرار میں مشغول رہے اور ضروری ہے کہ ذکر کا عدد ہر سانس میں طاق ہو اور اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں، پھر جب سانس میں تنگی محسوس ہو تو اس کو چھوڑ دے، اس کے بعد پھر سانس روکے اور سابقہ طریقے کے مطابق ذکر کرے پھر اسی طرح کرے (اور) پھر اسی طرح کرے، اس کلمہ کے معنی کو اس طرح تصور کرے کہ ذاتِ مقدس کے سوا اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ پھر جان لے کہ ابتداءً اس ذکر کی تعلیم (حضرت) خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۹۷
سے (حضرت) خواجہ عبد الخالق غجدوانی کو ہوئی ہے جو کہ خواجگان قدس سرہم کے سرِ سلسلہ ہیں، اُن (حضرت خضر) علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ ذکرِ مذکور ان کو سکھایا تو فرمایا کہ پانی میں غوطہ لگائیں اور اس ذکر کے ساتھ مشغول ہوں گویا کہ اُن کو پانی میں غوطہ لگانے کا امر اس لئے کیا تاکہ سانس کو قرار حاصل ہو جائے اور حرکت و جنبش نہ ہو۔

سوم وقوفِ قلبی ہے، اور یہ اس سے عبارت ہے کہ سالک ذکر کے بغیر اپنے قلب پر واقف اور اپنے دل پر متوجہ اور اس کی طرف نگراں رہے یہاں تک کہ اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گذرنے کی راہ بند ہو جائے اور پراگندگی خیال کے لئے قلب کی طرف کوئی راستہ نہ رہے پس (اس سے) قلب میں مطلوبِ حقیقی کی طرف توجہ پیدا ہو جائے گی کیونکہ بیکار رہنا قلب کے حق میں مفقود ہے پس جب اس پر مطلوب کے ماسوا کا خیال گذرنا بند ہو گیا تو لازمی طور پر وہ مطلوب کی طرف متوجہ ہو گا، اور بعض اکابر نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ کہا ہے دل کو دشمنوں سے خالی رکھ تو پھر دوستوں کو طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔

چہارم مراقبہ ہے اور وہ ترقب سے مشتق ہے اور وہ (ترقب) انتظار ہے پس مراقبہ مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا ہے اور اس (مراقبہ) کے لئے ایک اور معنی (بھی) ہیں اور وہ ظاہر و باطن پر حق سبحانہ کے ہمیشہ مطلع ہونے پر بندہ کا علم و شعور ہے یعنی سالک تصور کرے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی احوال پر ہر وقت اور ہر جگہ مطلع ہے۔ شیخ اجل خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سالک کا وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچنا مراقبہ کے ساتھ ممکن ہے اور اس (مراقبہ) سے دلوں کی باتوں پر مطلع ہونا اور باطن کا منور ہونا اور وساوس سے سکون اور دلوں کا دائمی قبول حاصل ہوتا ہے۔

پنجم رابطہ ہے اور یہ دل میں شیخ (پیر) کی صورت کا تصور کرنے سے عبارت ہے، فارسی میں کہا گیا ہے۔

ع سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق (رہبر (پیر) کا سایہ ذکرِ حق سے بہتر ہے)

یعنی پیر کی صورت کو ذہن میں رکھنا مرید کے لئے ذکر سے زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ پیر (مرید کے لئے) حق سبحانہ کی

بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے پس شیخ (پیر) کے ساتھ مناسبت کے اسباب جسقدر زیادہ ہوں گے اس کے باطنی فیوض کا اخذ کرنا اسی قدر زیادہ ہوگا اور وہ اپنے مطلب و مراد کو پہنچ جائے گا۔ پھر تو جان لے کہ مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیخ (پیر) میں فنا (فنافی الشیخ) ہوجائے یہاں تک کہ وہ فنافی اللہ تک پہنچ جائے۔ ؎

زاں روئے کہ چشم تست احول معبودِ تو پیرِ تست اول

[کیونکہ تیری آنکھ بھینگی ہے (اس لئے) تیرا پہلا معبود تیرا پیر ہے]

اور رابطہ کا طریقہ فنافی الشیخ کے حصول کا ذریعہ ہے اور شیخ سے محبت اور اس کے آداب کی رعایت اور عادات و عبادات میں اس کی متابعت اس معنی (فنافی الشیخ) کو قوت دینے والی ہیں۔

مکتوب ۱۱۵

ص ۱۹۶

شیخ ولی محمد تبتی (جھنی) کے نام وقائع کی تعبیر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے رابطہ کی نسبت کے دائمی ہونے کی بابت لکھا تھا اور لکھا تھا کہ "وقائع (حال) میں اس طرف سے کچھ چیزیں اس عزیز (آپ) کو پہنچتی ہیں اور نیز آپ نے واقعہ میں دیکھا ہے کہ لقمہ اس کھانے میں گر پڑا اور نسبت ہوگیا الخ" اس جانب سے کمال مناسبت کی خبر دیتا ہے (اور) فیوض کے حصول اور اس کا راستہ کھلنے کی خبر دینے والا ہے اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] اوقات کو اذکار و عبادات کی پابندی کے ساتھ معمور رکھیں اور فنائیت کی صفت کے ساتھ اس بارگاہِ قدس کی جانب دائمی توجہ کو ترک نہ کریں اور شب بیداری کو غنیمت جانیں اور پچھلی رات کے وقت استغفار کرنے کو اہم کاموں میں سے جانیں اور کلمہ طیبہ کے تکرار سے اپنی خواہشات اور ارادوں کی نفی کریں تاکہ وسعتِ سینہ میں حق سبحانہ کے سوا کوئی مراد و مقصود نہ رہے، دیگر مرادات و مقاصد مطلوب کے راستہ کی رکاوٹ اور حجابات ہیں، مقاصدِ بندگی صفتِ ارادہ کی تاب نہیں رکھتے، اپنے ارادہ سے نکل کر اس تعالیٰ شانہ کے ارادہ کے ساتھ قائم ہونا چاہیئے، والسلام علی من اتبع الھدیٰ [ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو]

یہ جو آپ نے واقعہ (حال) میں دیکھا ہے کہ "آفتاب نکل آیا تو (خواجہ محمد معصوم) کہتا ہے کہ آفتاب نکلنے پر نماز پڑھ سکتے ہیں پھر تو خود کہتا ہے کہ پڑھ سکتے ہیں، تو نے امامت کی اور ہم نے نماز پڑھی" میرے مخدوم! یہ آفتاب کا نکلنا گویا تجلیاتِ رحمانی میں سے ایک تجلی ہے اور نماز جو کہ خضوع و تسلیم سے عبارت ہے

اس وقت میں مناسب ورزیا ہے، ان اللہ اذا تجلی بشئ خضع لہ [بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی نازل فرماتا ہے تو وہ چیز اس کے لئے جھک جاتی ہے۔ اور یہ جو آپ نے دوسرے واقعہ میں دیکھا ہے کہ کسی شخص نے آپ کی دونوں آنکھوں کی روشنی کے لئے جو کہ خیرہ ہو گئی تھیں آپ کی دونوں آنکھوں سے پانی نکالا ہے الخ یہ بھی مبارک ہے، امید ہے کہ دل کی آنکھ روشن ہو جائے اور آپ کی بصیرت کھل جائے اور ملکوت و جبروت کی سیر کرے۔ آپ جان لیں کہ واقعات بشارات ہیں، دیکھنے والے کی استعداد اور قوت سے فعل کے قریب ہونے کی خبر دیتے ہیں کچھ محنت کرنی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے (اور) گوش تا آغوش میں آپہنچے ۔

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اس لئے سب کچھ آفتاب سے کہتا ہوں، نہ میں شب ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کروں]

مکتوب ۱۱۶

۱۹۹ محمد امین لاہوری کے نام ان کے سوالوں کے جواب اور عین واثر کے زائل ہونے کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔ حافظ آبادی

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وآلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین اجمعین، صلاح آثار برادرم مولانا محمد امین نے چند سوالات پوچھے تھے ان کے جوابات میں فقیر اپنی سمجھ کے مطابق لکھتا ہے، سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۔ پ۱ ۳۲

[تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں ہے مگر جو علم تو نے ہمیں عطا فرمایا ہے بیشک تو خوب جاننے والا (اور) حکمت والا ہے]

پہلے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب سالک سلوک کی منزلیں طے کرنے کے بعد اس اسم تک جو کہ اس کا مبدءِ تعین ہے پہنچتا ہے اور اس اسم میں فانی و مستہلک ہو جاتا ہے عین کا زائل ہونا اس کے حق میں ثابت ہو جاتا ہے، اس کے بعد دیکھنا چاہئے اگر سالک غیر محمدی المشرب ہے تو اس کا مبدء تعین مقام صفات سے ہے پس اس کا اثر باقی ہے کیونکہ وہ اس کی اصل ہے اور اگر محمدی المشرب ہے تو (اس کا) مبدءِ تعین مقامِ شیون سے ہے اور عین واثر کا زائل ہونا اس کے حق میں ثابت ہے کیونکہ علم ظلالِ صفات کا ہے نہ کہ ظلالِ شیون کا، ہاں اگر غیر محمدی المشرب سالک محمدی المشرب شیخ کی صحبت میں توجہ کی کشش سے اپنے مقام سے ترقی کرے اور اپنی اصل کو چھوڑ کر شیون ذاتیہ سے واصل ہو جائے تو عین واثر کا زائل ہونا اس کے حق میں صورت پذیر ہوگا، اگر یہ کہا جائے کہ اثر جبکہ عینِ ثابتہ ہو جو کہ مقام صفات سے ہے تو اس کا زوال محال ہوگا ورنہ علم جہل میں تبدیل ہو جائے گا۔ (جواب) ہم کہتے ہیں کہ یہاں ظل کا جو کہ صفت ہے

کہ جس کے ساتھ سالک نے بقا حاصل کی ہے اصل کے ساتھ لحوق ہے جو کہ شان ہے اور یہ لحوق زائل ہونا نہیں ہے جو کہ نقص و انقلاب کا سبب ہے بلکہ کمال کا سبب ہے کیونکہ ظل کے حق میں کمال اس کا اصل کے ساتھ لحوق ہے، اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ عین واثر کا فنا و زائل ہونا شہودی ہو نہ کہ وجودی پس اس سے علم کا جہل میں تبدیل ہونا لازم نہیں آتا۔ اور عین واثر کے زائل ہونے کے ایک اور معنی بھی ہیں عین شئی کی حقیقت و ماہیت سے عبارت ہے اور اثر اُن آثار سے عبارت ہے جو کہ اس ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ روشنی و چمک اور جلانا آگ کی ماہیت پر مرتب ہوتے ہیں۔ صوفیہ موحدہ
ص ۲۰۰ (توحیدِ وجودی کے قائلین) ان خارجی آثار کو عین ذات کہتے ہیں کیونکہ وہ خارج میں ذاتِ احدیت کے سوا کچھ موجود نہیں جانتے، اور یہ جو شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ "جب عین نہیں رہتا تو اثر کہاں رہتا ہے" یہ اسی معنی کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس عبارت سے دونوں زوالوں (عین واثر کے زوال) کے درمیان تلازم مفہوم ہوتا ہے جو کہ دوسرے معنی سے مناسبت رکھتا ہے نہ کہ پہلے معنی سے۔ اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ نے جلد ثالث کے مکتوب ترپن (۵۳)[1] میں تحریر فرمایا ہے "اس کی مثال اُس انسان جیسی ہے جس کو نمک کی کان میں ڈال دیا جائے حتیٰ کہ وہ بتدریج نمک کی خصوصیات کے ساتھ متصف ہو جائے یہاں تک کہ وہ سب کا سب نمک بن جائے نہ اس کا کوئی عین باقی رہے نہ اثر، تو لا محالہ اس کا کاٹنا اور ٹکڑے کرنا مباح ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا اور اس کی خرید و فروخت حلال ہو جاتی ہے اور اگر اس کا کچھ عین واثر باقی رہتا تو یہ باتیں جائز نہ ہوتیں" ـــــ اور اسی طرح انھوں نے اس کے (چند سطر) بعد یہ جو تحریر فرمایا ہے "مگر یہ کہ اس حکمی نمک کو اس انسان کی شبح (جسم) کی مقدار کے ساتھ اندازہ کیا گیا ہے اور اس کی صورت پر تصور کیا گیا ہے نہ یہ کہ اُس انسان کا شبح باقی ہے اس لئے اس کا اثر بھی باقی ہے" یہ دونوں عبارتیں دوسرے معنی کے مطابق ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ اگر ہم آثار کی تخصیص آثارِ مترتبہ کے ساتھ کریں بلکہ زیادہ عام مراد لیں جو کہ اصالت و ظلیت کے تعلق کو بھی شامل ہو تو دوسرے معنی پہلے معنی میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ عین ثابتہ جو کہ مرتبہ صفات سے ہیں وہ بھی ماہیت کے آثار سے ہیں لیکن شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ کی عبارت جو کہ دونوں زوالوں کے درمیان تلازم کا پتہ دیتی ہے وہ اس تعمیم سے انکاری ہے، ظاہر ہے (کہ) آثار مرتبہ کے ساتھ تخصیص ہی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عالی قدس سرہ نے رسالہ مبدأ و معاد میں تحریر فرمایا ہے کہ "اس آخری عروج میں جو کہ اصل کے مقامات میں عروج ہے حضرت غوث اعظمؒ کی روحانیت سے مدد الخ" کیا اس

---

[1] فارسی مطبوعہ نسخہ میں ع۲۶ لکھا ہے جو غلط ہے، ع۵۳ صحیح ہے۔ (مترجم)

اصل سے مراد وہی ہے کہ جس کو بزرگوں نے ولایتِ کبریٰ سے تعبیر کیا ہے یا اس کے علاوہ ہے"۔ میرے مخدوم جس وقت میں کہ رسالہ مبدأ و معاد جمع ہوا ہے ولایتِ صغریٰ و کبریٰ ہرگز نہیں تھی، اس کے ایک مدت بعد ولایتِ کبریٰ کے کمالات ظاہر ہوئے ہیں اور یہ اصطلاح واقع ہوئی ہے۔ اس بارے میں غور کرنے کے بعد اگر توفیق پائی تو کچھ لکھے گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ "جب عارف کا معاملہ فضل و کرم یا محض محبت سے پڑتا ہے تو اس مقام پر عارف کے لئے ظاہری اعمال یعنی ذکرِ لسانی و تلاوت وغیرہ زیادہ فائدہ مند یا ترقی بخش ہیں یا نہیں ؟"۔

جواب: فائدہ مند ہیں اور آخرت کے درجات بلند کرتے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں اور بشری کدورتوں اور جسمانی ظلمتوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "بیشک میرے قلب پر کچھ غبار آجاتا ہے اور بیشک میں اللہ تعالیٰ سے دن اور رات میں ستر مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں"۔ لیکن جس مقام میں کہ وہ پہنچا ہے ترقی ان اعمال کے ساتھ وابستہ نہیں ہے درجات کے فرق کے مطابق محض فضل یا صرف محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ملہ ۲۰۱

پانچواں سوال: "یہ جو صوفیہ کے نزدیک مسلّم ہے کہ اسلامِ حقیقی جو کہ اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے زوال و خلل سے محفوظ ہے اور حالانکہ جملہ عقائد میں سے ایک بات یہ ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا"۔

جواب:۔ الہام ظنی چیز ہے قطعی حکم کا موجب نہیں ہے پس خاتمہ کا مبہم ہونا باقی ہے اور خوف و امید اپنی جگہ پر ہے۔ جاننا چاہیے کہ نفسِ مطمئنہ نصِ قطعی کے مطابق راضی و مرضی ہے اور جنت کی بشارت دیا گیا ہے لیکن کسی شخص کے بارے میں اطمینان حاصل ہونے کا علم آثار و علامات سے ہے یا الہام سے جو کہ ظنی امور ہیں نہ کہ قطعی، قطعی امر ہونا وحی اور انبیاء علیہم السلام کے خبر دینے پر موقوف ہے اور اسی طرح یہ جو اس طائفہ کے نزدیک مسلّم ہے کہ الفانی لا یرد [فانی واپس نہیں لوٹتا] خاتمہ کے مبہم ہونے کو دور نہیں کرتا کیونکہ یہ مقدمہ ظنی ہے یقین حاصل ہونے کا موجب نہیں ہے اور یہ جو پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ "میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا"، خاتمہ کے مبہم ہونے کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اطمینانِ نفس و حسنِ خاتمہ قطعی ہے اور اس میں شک کرنا کفر ہے بلکہ اس معنی میں ہے کہ جو کچھ دنیا و آخرت میں میرے اور دوسروں کے ساتھ کریں گے اس کی تفصیل نہیں جانتا کیونکہ علمِ غیب حق سبحانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ مفسرین نے کہا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ پ۲۱ س۳۲ ع۱۷ (پس کسی شخص کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان خزانۂ غیب میں موجود ہے، یہ ان کے اعمال کا صلہ ہے)

مکتوب ۱۱۷

حافظ محمد صادق کابلی کے نام (ان کے) خط کے جواب اور طالبین کو فائدہ پہنچانے کی ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اس جانب کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں بلکہ حدیث لاشد شوقا [البتہ میں زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] کے بموجب چاہئے کہ یہ شوق بیش از بیش ہو کیونکہ جو کچھ اصل کے ساتھ منسوب ہے زیادہ ہے، فرع بھلائی کی صفات سے جو کچھ رکھتی ہے وہ اصل سے مستفاد ہے اللہ تعالیٰ شوق کے شعلہ کو بھڑکائے اور محبت کی آگ کو ص ۲۰۲ بلند کرے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق معیت ذاتیہ تک پہنچادے اور شان واعتبار سے گذار دے۔ دیگر یہ کہ جو شخص خلوص دل کے ساتھ آپ سے طریقہ سیکھا دیں اور توجہات کریں اور فقیر کے دوستوں میں سے جو شخص کہ طریقہ نفی واثبات طلب کرے اس کو سکھا دیں، آپ نے ایک عزیز کے احوال جو کہ گنج شکر (رحمۃ اللہ) کی اولاد سے ہیں لکھے تھے واضح ہوئے مبارک ہیں، استخاروں کے بعد ان کو شریعت پر استقامت اور مشائخ (پیروں) کی محبت پر پختگی کی شرط کے ساتھ کسی معین جماعت (کو مرید کرنے) کی اجازت دیدیں اور آنے میں جلدی نہ کریں اور چونکہ ایک جماعت آپ کی صحبت میں راہ راست پر آتی ہے اور طالبان فائدہ حاصل کرتے ہیں اس لئے کچھ عرصہ قیام کریں۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کو فرمایا البتہ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت کردے اس سے بہتر ہے کہ تیرے لئے سرخ اونٹوں کا گلہ ہو متفق علیہ۔ جس وقت آئیں برادرم محمد مبارک کے مشورہ سے آئیں اور ان کو رنجیدہ نہ کریں، جانا اپنے ارادہ سے اور آنا اجازت سے (ہوتا ہے)۔ دوستوں سے خاتمہ کی سلامتی کی دعا کی امید کی جاتی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۱۸

حقائق و معارف آگاہ حضرت شاہ جیو کے نام شوق اور آلام فراق کے اظہار اور محبت کے دقائق سے قدرے آگاہ کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اخوت پناہ کمالات دستگاہ، اس فرقت زدہ

مشتاق کی جانب سے تحیت وسلام خیر انجام مطالعہ فرمائیں، (جملہ) احوال ہر طرح سے حمد کے لائق ہیں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی وعافیت اور ظاہر وباطن میں استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ آخری گرامی نامہ جو آپ نے شہر دہلی سے بھیجا تھا اور دوسرا جبکہ خواجہ محمد افضل کے ہاتھ ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوئے، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور خلیفۂ وقت (بادشاہ) سے عنایات دیکھی ہیں، سب دوستوں کی خوشی کا سبب ہوا۔ آپ نے اشتیاق کی بات لکھی تھی اور جدائی کے غموں کا اظہار کیا تھا اس دور افتادہ سے اس سے زیادہ تصور فرمائیں اور حدیث شریف لاشد شوقا [البتہ میں زیادہ شوق رکھتا ہوں] پڑھیں کیوں زیادہ نہ ہو کیونکہ آپ کا شوق تقسیم شدہ ہے ایک شوق ہے جو آپ کو کشاں کشاں لیجاتا ہے اور غالب آگیا ہے اور ایک شوق ان پسماندگان کا ہے اور اس جانب کا شوق غیر منقسم ہے، امید ہے کہ شوق کا شعلہ بھڑک جائے اور محبت کی آگ بلند ہو جائے تاکہ المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق آفاق وانفس سے رہائی دلائے اور شان واعتبار سے گذار دے اور محبت ذاتیہ
تک پہنچا دے، اگرچہ صفت وشان کو ذات تعالیٰ سے کسی وقت جدائی وعلیحدگی نہیں ہے لیکن ذات سبحانہ ص۲۰۳
سے محبت کرنے والے کو محبت ذاتیہ کے باعث ذات محض کے ساتھ معیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہاں شان واعتبار سے کچھ ملحوظ نہیں ہے، یہ محبت کی خصوصیات وعجائبات میں سے ہے کہ محبوب کو اس کی صفات وشیون ذاتیہ سے خالی کر دیتی ہے اور محب کو اسی راہ سے داخل (واصل) کر دیتی ہے۔ مشہور ہے کہ ہنس نام کا ایک جانور ہے اگر دودھ اور پانی کو ملا کر اس کے سامنے رکھ دیں تو وہ اس میں سے صرف دودھ کو پی لیتا ہے اور پانی الگ رہ جاتا ہے، اور جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ اس سے بھی نازک تر ہے کیونکہ دودھ اور پانی دو مختلف ماہیتیں ہیں جو کہ آپس میں ملی ہوئی ہیں اور صفات کو جس کا کہ ذات تعالیٰ سے ازل وابد کے اعتبار سے جدا ہونا واقع بلکہ ممکن نہیں ہے یہ انسان کامل معیت ومحبت کی راہ سے جدا کر دیتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت (علی کرم اللہ وجہہ) کو برا مت کہو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں ممسوس ہو چکے ہیں عن کعب بن عجرہ اعطا۔ اس قسم کی محبت محض عنایت ہے اور اس تعالیٰ کی محبت کا اثر ہے
کیونکہ سبقت اس جانب سے ہے یحبہم ویحبونہ [وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں] کسی نے خوب کہا ہے ؎ مائدہ ۵۴

ادائے حق محبت عنایتے ست زدوست
وگرنہ عاشق مسکیں بہیچ خورسند است

[محبت کے حق کا ادا ہونا دوست کی ایک عنایت ہے ورنہ عاشق مسکین کچھ نہ ہونے سے بھی خوش ہے]

حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) جو کہ محبت ذاتیہ تک پہنچے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں ممسوسیت والی حدیث وارد ہوئی ہے تو یہ حق جل وعلا کی محبت کا اثر تھا کہ ان کو اس درجہ تک

پہنچا دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے "اے علی! بیشک جبرئیل (علیہ السلام) کا گمان ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، انھوں نے کہا اور کیا آپ کو (وحی) پہنچی ہے کہ بیشک جبرئیل مجھ سے محبت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں اور جو جبرئیل سے بہتر ہے (یعنی) اللہ عزوجل آپ سے محبت کرتا ہے الحسن بن سفیان عن ابی الضفاء الانصاری" دیگر یہ کہ اللہ سبحانہ کے کرم سے فقیر کو ان دنوں میں آرام ہے یہ چند غیر مربوط کلمات لرزتے ہوئے ہاتھ گریاں آنکھ اور خستہ دل کے ساتھ لکھے ہیں، حق سبحانہ آپ کو اپنی امان میں رکھے۔ ع

اے غائب از نظر بخدا می سپارمت (اے وہ شخص جو نگاہ سے اوجھل ہے میں تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں)

یقین ہے کہ اس ناکارہ کو مقامات متبرکہ میں دعائے خیر سے فراموش نہیں کریں گے اور اس مسکین کے فقیرانہ سلام کو رسالت پناہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ پرجاہ میں پہنچا دیں گے۔ دیگر یہ کہ خادم الفقراء شیخ عزاللہ خدمت میں مستعد و مشغول ہے (یہ اس لئے لکھا) تاکہ واضح رہے، والسلام اولاً و آخراً۔

٢٠٢

مکتوب ۱۱۹

حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ عالی مرتبہ شیخ عبدالاحد کے نام اس بات کے جواب میں کہ سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو اور نماز وسطیٰ و ساعت جمعہ و اسم اعظم کے مبہم ہونے اور سرہند کی مسجد کی فضیلت و بزرگی کے بارے میں اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ حقیقت قرآنی اور نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے۔

الحمد للہ العلی الاعلیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آراستہ کمالات فرزند ارجمند شیخ عبدالاحد نے اس مسکین سے پوچھا تھا کہ "سالک نماز کے دوران کس چیز کی طرف متوجہ ہو (یعنی) ذات بحت کی طرف جو کہ حقیقی مسجود و معبود ہے یا قرآن مجید کی طرف جو کہ سارے نماز ہے یا کعبہ کی طرف جو کہ مسجود الیہ ہے، یا خشوع و خضوع و تعدیل ارکان کی طرف کہ جن کا اس کو حکم دیا گیا ہے، یا ان سب امور کی طرف ایک ساتھ (مشغول ہونا چاہیے) اور لوگوں نے ان سب صورتوں میں سے ہر ایک پر شبہات (قائم) کئے ہیں"۔ اے سعادت آثار! نمازی کے لئے جو کچھ ضروری ہے اور جن امور کا اس کو حکم دیا گیا ہے وہ نماز کے ارکان و قومہ و جلسہ و طمانیت و خشوع و خضوع کی طرف متوجہ ہونا ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ [وہ مومنین کامیاب ہوگئے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں] اور نماز میں خشوع مثلاً قیام میں سجدہ کی جگہ پر نگاہ لگا دینا وغیرہ اور نیز قرآن پاک کی قرات کی طرف

پ۱۸ ۲۳ / ۱،۲

متوجہ ہونا ہے اور اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے ہے تو اس کے معانی و اسرار میں غور و فکر کرنا ہے ورنہ اسقدر سمجھے کہ یہ حق جل و علا کا کلام ہے اور ذاتِ بحت کی طرف متوجہ ہونا نماز کے ماموارت میں سے نہیں ہے اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ان امور کی طرف متوجہ ہونا عین ذاتِ مسجود کی طرف متوجہ ہونا ہے کیونکہ ذاتِ بحت اسماء و صفات کا لحاظ کئے بغیر جیسا کہ آپ نے لکھا ہے توجہ و مراقبہ و تصور و تعقل سے بالاتر ہے، رہا وہ عارف جو کہ ذاتِ بحت سے واصل ہے اور وصلِ عُریانی کے ساتھ ممتاز ہے اس کا معاملہ جدا ہے، نماز ادا کرتے وقت خاص طور پر اُس کے باطن کو اُس بارگاہِ عالی کے ساتھ اتصال اور ظاہر سے انقطاع پیدا ہو جاتا ہے اس کا ظاہر ارکان کی طرف متوجہ ہے اور اس کا باطن وصلِ عریاں میں رہتا ہے اور (اس میں) کوئی تضاد نہیں ہے اور جو شخص کہ اس وصل (عُریاں) کے ساتھ مشرف نہیں ہے اس کی ارکان کی طرف توجہ ہی ذاتِ بحت کی طرف توجہ ہے اور ذاتِ بحت کو صفات کے لحاظ کے بغیر مسجود قرار دینا محلِ تامل ہے ذات جامع صفات مسجود کیوں نہ ہو کیونکہ ذات کو کسی وقت بھی صفات سے علیحدگی و جدائی نہیں ہے ش ۲۰۵

اور عارفِ کامل کا معاملہ کہ جس کی توجہ کا قبلہ احدیتِ مجردہ کے سوا نہیں ہے (اس سے) مستثنیٰ ہے جیسا کہ بیان ہوا اگرچہ صفات کو ذات سے علیحدگی نہیں ہے لیکن اس عارف کو محبت ذاتی کے باعث ذاتِ بحت کے ساتھ ایک ایسی معیت ہے کہ صفات میں سے اس مقام میں کچھ بھی ملحوظ نہیں ہے پس (ذات سے صفات کی) یہ علیحدگی محبت و گرفتاری میں ہے اور بس، اور یہ معیّت المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] کے حکم کے مطابق اس محبت کے باعث ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر کعبہ یا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہو تو ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو یا ان کی صورت کی طرف ہو، اگر اُن کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو تو جو شخص کہ ان کی حقیقت تک نہیں پہنچا ہے وہ کس طرح ان کی حقیقت کی طرف متوجہ ہوگا، اگر ان کی صورت کی طرف متوجہ ہو تو یہ بات قرآن مجید کے بارے میں تو درست آسکتی ہے کیونکہ وہاں الفاظ و معانی و قصص ہیں لیکن کعبہ میں ذرا بھی درست نہیں آتی کیونکہ محض سنگ و کلوخ کو قبلہ نہیں بنا سکتے خاص کر اس کے سامنے نہ ہونے کے وقت میں"۔

اے سعادت آثار! نمازی کو چاہئے کہ اس کی صورت کی طرف متوجہ ہو، اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے ہے تو وہ صورت سے حقیقت کی طرف چلا جاتا ہے اور حقیقت کو صورت میں دیکھتا ہے اور اگر وہ اہلِ حقیقت میں سے نہیں ہے تو صورت کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کے لئے غنیمت ہے، اور یہ جو لوگوں نے پتھروں اور ڈھیلوں کو کعبہ کی صورت قرار دیا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر پتھر اور ڈھیلے درمیان میں نہ ہوں اور چھت اور دیواریں نہ ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہے اور مخلوقات کا مسجود الیہ ہے بلکہ صورت کعبہ ایک ایسا

معنی ہے کہ عقلیں اس کو سمجھنے سے عاجز ہیں، یہ صورت حقیقت کی صفت رکھتی ہے اور حقیقت کعبہ اس سے ماوراء ہے جبکہ عقلیں اس کی صورت کو سمجھنے سے عاجز ہیں تو وہ حقیقت تک کیا پہنچیں گی، اور نیز ہم کہتے ہیں کہ کعبہ کی طرف متوجہ ہونا یہی ہے کہ کعبہ کی جانب نماز پڑھے، اس توجہ کے سمجھنے اور کعبہ کو خیال میں لانے کی کیا ضرورت ہے اس کی جہت کی طرف توجہ کرنے سے ہی کعبہ کی برکات سے فیض یاب ہو جاتا ہے اور اس کی حقیقت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ صلوٰۃ وسطیٰ و ساعت جمعہ و اسم اعظم کے تعیّن میں اخبار و آثار (احادیث و روایات) میں بہت تضاد ہے اور جو کچھ تیرے کشف میں آیا ہو اور جو اس سے مفہوم ہوتا ہو تو تعیین کرتا کہ خدشہ دل سے دور ہو جائے اور لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوں۔" اے عزیز! جس چیز کو کہ حق تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر اس تمام شفقت اور اس کی خیر خواہی کے باوجود بیان نہ فرمایا ہو ہمیں اور تمہیں (حق) نہیں پہنچتا کہ اس بارے میں لب کشائی کریں اور اپنے خواب و خیال سے اس معمّا کو حل کریں ابھموا ما ابھم اللّٰہ [جس کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا تم بھی اس کو مبہم رکھو] آپ نے سنا ہوگا، بظاہر اس ابہام میں بندوں کی مصلحتیں اور ان کے فائدے منظور ہوں گے مثلاً یہ کہ لوگ اسماء (الٰہی) کی تعظیم کریں۔ یہ ابہام شب قدر اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روز پیدائش و وفات کے ابہام کی طرح ہے اور ہر کسی سے برکات حاصل کریں اور جمعہ کے پورے دن کو جمعیت و حضور، تضرع و دعا کے ساتھ معمور رکھیں اور تمام نمازوں کی پوری حفاظت کریں، بظاہر دل میں اس تردد کا قرار پکڑنا اس کے رفع سے بہتر ہے۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کئے ہیں پس تم ان کو ضائع مت کرو اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں پس تم ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے پس تم اُن کا ارتکاب نہ کرو اور تم پر رحمت کی خاطر کسی بھول کے بغیر بعض چیزوں سے سکوت فرمایا ہے پس تم اُن کی کرید مت کرو۔ ۲۰۶

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت جیو[1] قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ میں نے ایک روز ملائکہ عظام کو دیکھا مساجد متبرکہ کو درجہ بدرجہ لکھتے ہیں پہلے انھوں نے مسجد حرام عظمہ اللہ تعالیٰ لکھی اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اس کے بعد (مسجد) اقصیٰ کو لکھا اس کے بعد چوتھے درجہ میں سرہند کی مسجد کو لکھا اس مسجد کی بزرگی اس بشارت سے معلوم ہوئی لیکن چونکہ ان مساجد متبرکہ کے ذیل میں واقع ہوئی ہے جو کہ نیکیوں کا کئی گنا ہونا منصوص ہے امید یہ ہے کہ یہاں بھی اس کے درجے کے مطابق کئی گنا ثواب ہوگا اگر تو اس بارے میں متوجہ ہو تو بظاہر بشارت پائے گا جو کہ طالبین و عاملین کے لئے بہت زیادہ شوق دلانے کا

[1] غالباً حضرت خواجہ محمد یحییٰ اللہ مروج الشریعۃ مراد ہیں (مترجم)

باعث ہوگی۔" میرے مخدوم! نیکیوں کا کئی گنا ہونا کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس میں گمان اور اندازے سے حکم کیا جاسکے یا خواب و حال سے تعین کرسکیں جب تک کہ نص وارد نہ ہو جیسا کہ تینوں مسجدوں کے بارے میں ہے ورنہ اس مسجد (مسجد سرہند) کی فضل و بزرگی و شان و عظمت اور اس میں نیکیوں کے کئی گنا ہونے کے بارے میں لوگوں نے بہت سی باتیں دیکھی اور مشاہدہ کی ہیں کہ جن کی تفصیل کی وقت اور کاغذ میں گنجائش نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ مکتوبات شریف (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) میں مذکور ہے کہ کسی چیز کی حقیقت
م ۲۰۷ اس کے فیضِ وجودی و توابعِ وجودی کے مبدء سے عبارت ہے اور وہ چیز اس (حقیقت) کے ظل کی مانند ہے تو حقیقتِ قرآنی کس چیز سے عبارت ہوگی اور اس سے اوپر جانا کس طرح متصور ہوگا۔ میرے مخدوم! (یہ) کوئی بعید از فہم مقام نہیں ہے (یہ) اس طرح پر ہے کہ شیوناتِ ذاتیہ صفاتِ حقیقیہ کے فیوضِ وجودی کے مبادی ہیں اور صفات اُن شیونات کے ظلال کی مانند ہیں اور شیونِ ذاتیہ سے ترقی جائز بلکہ واقع ہے کما لا یخفیٰ علیٰ اربابہ [جیسا کہ اس کے مقام والے حضرات پر مخفی نہیں ہے]۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "مکاتیبِ عالیہ میں واقع ہوا ہے کہ جب معاملہ اصل اور اصل (الاصل) سے گذر جاتا ہے اور ذات بحت تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے تو اس مقام میں ذکر کو ترقی میں کوئی دخل نہیں ہے اور قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ و سبب نہیں ہے یہاں تک کہ اگر کلمۂ طیبہ کو قرآن مجید کی نیت سے پڑھا جائے تو فائدہ بخشتا ہے اور ترقی کا باعث ہوتا ہے اور انھوں (حضرت عالی قدس سرہٗ) نے دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب نظر و قدم (دونوں) پیچھے رہ جاتے ہیں اور یہ وہاں ہمت ہار دیتے ہیں اور معاملہ غیبِ صرف کے ساتھ مکتوب ۲۲
جا پڑتا ہے تو اس مقام میں کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پاؤں کے بغیر نہیں جاسکتا اور اس کلمۂ مقدسہ کی آغوش میں آئے بغیر اُس مسافت کو طے نہیں کرسکتا الخ۔ ان دونوں کلاموں کے درمیان تطبیق کی صورت کس طرح ہوگی"؟ اس سوال کا جواب بھی حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے کلام سے ہی نکل آتا ہے جس جگہ کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ "اگر کلمۂ طیبہ کو بھی قرآن مجید کی نیت سے پڑھے تو فائدہ بخشتا ہے کیونکہ یہ دونوں مبارک کلمے قرآن مجید سے ہیں پس اگر قرآن مجید کی نیت سے پڑھا تو مفید اور ترقی بخش ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ (ان) دونوں کلاموں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ جو تطبیق دی جائے کیونکہ پہلے کلام میں مذکور ہے کہ "معاملہ ذاتِ بحت سے جا پڑتا ہے" اور یہ جو دوسرے کلام میں مذکور ہے کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ معاملہ ذاتِ بحت کے ساتھ ہے، ہوسکتا ہے کہ شیون و اعتبارات کے ساتھ تعلق ہو یا ذات سے مراد کوئی شان یا اعتبار ہو، غیبِ صرف کو شیون سے خالی ذات کے ساتھ مخصوص کرنا ممنوع (نا قابلِ تسلیم) ہے اور لفظ "نتواں رفت" (نہیں جاسکتا) اور "قطعِ مسافت نتواں نمود" (مسافت طے نہیں کرسکتا)

اس منع کی مؤید ہے کیونکہ ذاتِ بحت میں جانا اور قطعِ مسافت کرنا مناسبت نہیں رکھتا (یعنی ممکن نہیں ہے) اور یہ جو پہلے کلام میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کے سوا ترقی کا کوئی وسیلہ اور سبب نہیں ہے، یہ ترقی قطعِ مسافت کے باعث نہیں ہے بلکہ اس جگہ ترقی نسبت و رابطہ کے زیادہ ہونے کے معنی میں ہے اور نیز جو کچھ ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے نزدیک تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ نظر کو کسی جگہ کوتاہی نہیں ہے اور وہ ہر جگہ گذر رکھتی ہے اور وصولِ نظری مرتبۂ ذاتِ بحت میں ثابت ہے پس نظر کا پیچھے رہ جانا جو کہ دوسرے کلام ۲۰۸ میں مذکور ہے حقیقت پر محمول نہیں ہے اور جب قدم اس مقام میں نظر کے قریب ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی کوتاہی بھی حقیقت پر (محمول) نہ ہو اور نظر و قدم دونوں کی کوتاہی شہود پر محمول ہو نہ کہ وجود پر یعنی عارف کے شہود میں قدم پیچھے رہ جائے، پس ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں ایسا نہ ہو اور اس اعتبار سے یہ مرتبہ ذاتِ بحت سے نیچے ہو، اگر کہیں کہ رویتِ بصری و مشاہدۂ قلبی دونوں دنیا میں واقع نہیں ہیں تو اُس بارگاہ میں وصولِ نظری کس معنی میں ہوگا، ہم کہتے ہیں کہ یہ نظر رویت و مشاہدہ سے ماورا ایک بے کیف امر ہے جب تک تو اس کو نہ پہنچے اس کے معنی کو نہیں سمجھ سکے گا۔ گویا کہ متشابہات کی قسم سے ہے۔ ج ۳ ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) نے تحریر فرمایا ہے کہ "وصولِ نظری اور وصولِ قدمی اس معنی میں نہیں ہے کہ وہاں شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کی گنجائش ہے اس جگہ تو بال کی (بھی) گنجائش نہیں ہے قدم کی کیا ہوگی بلکہ ایک مجہول کیفیت والا وصول ہے، اگر صورتِ مثالیہ میں نظر کے ذریعے سے منقش ہوا تو اس کو وصولِ نظری کہتے ہیں اور اگر قدم کے ذریعے سے ہے تو وصولِ قدمی ہے ورنہ نظر و قدم دونوں اس بارگاہ سے بیخود و حیران ہیں۔" تحقیق مطلب یہ ہے کہ ایک مقام کا کئی مواقع پر ظہور ہوتا ہے سب سے آخری ظہور اس مقام کی اصل ہے اور دوسرے ظہورات اس کے نمونے ہیں اور اصل و نمونے میں سے ہر ایک کے احکام مختلف ہیں اگرچہ سالک نمونہ تک پہنچنے کے وقت اس کو اصل سمجھتا ہے لیکن اصل تک پہنچنے کے بعد سابقہ ظہورات کو ظلال اور نمونے سمجھے گا، پس ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ترقی ہونے کی خصوصیت مقامِ اصل کا خاصہ ہو جو کہ حقیقت میں مرتبۂ احدیتِ ذات تعالیٰ ہے اور اس کے نمونوں میں ترقی کلمۂ طیبہ کے ساتھ وابستہ ہو پس شبہ جاتا رہا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے، اس تجلی سے ہے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے یا اس تجلی سے ہے جو کہ عالمِ امر سے متعلق ہے، اگر عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے تو چاہیے کہ حاسۂ بصر (دیکھنے والی حس) سے ہو اور یہ مسلّمہ امر کے خلاف ہے کیونکہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے اور اگر عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے تو چاہیے کہ جو شخص عالمِ امر میں سیر رکھتا ہو اس کو یہ امرِ عظیم پیش آئے

اور یہ نہایت بعید ہے۔" **جواب**: ہم نہیں مانتے کہ جو چیز عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے حاسۂ بصر کے
ساتھ اس کا ادراک ہو اہلِ ریاضت و صفا پر عالمِ خلق کی بہت سی چیزیں منکشف ہوتی ہیں اور ملک اور ۲۰۹
اہلِ زمانہ کے انقلاب کو مختلف شہروں میں مشاہدہ کرتے ہیں اور کعبہ اور اس کا طواف کرنے والوں کو دیکھتے
ہیں اور قوتِ باصرہ کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں ہے ورنہ چاہیے کہ اندھا شخص غیبی امور کی اس دید و
مشاہدہ سے محروم ہو کیونکہ وہ قوتِ باصرہ نہیں رکھتا اور حالانکہ اہلِ صفا میں سے اندھا اور آنکھوں والا
غیبی امور کے کشف میں برابر ہیں اور نیز چاہیے کہ جو نابینا ولایت کے درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے اس تجلی
سے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے بے بہرہ ہو۔ اور یہ جو (آپ نے) دوسری شق میں لکھا ہے کہ "جو شخص
عالمِ امر میں سیر رکھتا ہو اس کو یہ امرِ عظیم یعنی اس تجلی کا مشاہدہ پیش آنا چاہیے" یہ بھی غیر مسلم ہے کیونکہ
عالمِ امر کے پانچ لطیفے ہیں اور ہر لطیفہ ایک عالم ہے جو عالمِ خلق سے کئی گنا زیادہ ہے مثلاً جو تجلی کہ ایک
لطیفہ سے تعلق رکھتی ہو دوسرے لطیفہ والا شخص کہ جس کی سیر اس لطیفہ میں ہے کیا ضروری ہے کہ
وہ اس تجلی سے باخبر ہو بلکہ اسی لطیفہ کی سیر والے کو (بھی) اس تجلی کا علم ہونا کیا ضروری ہے، ہم اور تم
کہ عالمِ خلق میں اقامت رکھتے ہیں جو کہ عالمِ امر کے ہر لطیفہ سے تنگ اور چھوٹا ہے اور بہت سی چیزیں
اس عالم میں گذرتی ہیں اور عرش و کرسی اور آسمانوں میں عجیب و غریب امور ظاہر ہوتے ہیں بلکہ بعض
انقلابات روئے زمین پر وارد ہوتے ہیں بلکہ اس شہر اور علاقے میں پیش آتے ہیں اور ہم کو ان کی اطلاع
نہیں (ہوتی) ہے اور نیز جو تجلی کہ عالمِ خلق سے تعلق رکھتی ہے اس کی رویت ذاتِ حق جل و علا کی رویت
نہیں ہے کہ جو دنیا میں واقع نہ ہو بلکہ ظلال میں سے کسی ظل کی رویت ہے کہ جس کی رویت میں کوئی مانع
نہیں ہے۔ آپ کی یہ عبارت کہ "نزول بلا کیف کس چیز سے عبارت ہے تجلی سے ہے جو کہ عالمِ خلق سے تعلق
رکھتی ہے الخ"۔ بعض دوستوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس تجلی سے (عبارت) ہے جس کا ادراک عالمِ
خلق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کہ حاسۂ بصر ہے یا اس کا ادراک عالمِ امر کے ساتھ ہے، اگرچہ یہ معنی اس
عبارت سے بعید ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ نزول متشابہات کی قسم کا ایک امر ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہیے
اور اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کے علم کے سپرد کرنی چاہیے تمثّل و تشکّل (مثل ہونا اور شکل اختیار کرنا) کی قسم
سے نہیں ہے۔ اور جب یہ امر بعض خاص الخاص حضرات پر منکشف ہوگا تو حاسۂ بصر کے بغیر ہوگا، اگر یہ ادراک
عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہو تو ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کی سیر عالمِ امر تک پہنچ گئی ہو وہ اس معمّا کو پالے
یا بظاہر کوئی مانع ہوگا یا اس انکشاف کو اس میں پیدا نہیں کیا گیا ہوگا جس طرح کہ جن اور فرشتے اور تمام
لطیف اجسام ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور محسوس نہیں ہوتے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ادراک

حاسۂ بصر اور حاسۂ قلب وغیرہ عالمِ امر کے ماوراء ثابت ہے اور وہ انسانِ کامل کی ہیئتِ وحدانی ہے جو کہ ص۲۱۰
عالمِ خلق و عالمِ امر کے مجموعہ سے حاصل ہوئی ہے اور ہیئتِ وحدانی اس کو لاحق ہوئی ہے یا (اللہ تعالیٰ)
اُس کا علمِ ضروری عارف میں پیدا کر دیتا ہے، یہ شبہ اُن مقامات و درجات کے انکشاف میں وارد ہوتا ہے جو کہ
اہل اللہ کو حاصل ہیں اور وہ (اہل اللہ) ظل سے اصل تک جاتے ہیں اور صفات سے شیونات و صفاتِ سلبیہ
تک اور اس سے ذات تعالیٰ و تقدس تک ترقی کرتے ہیں، ان امور کا ادراک اگر حاسۂ بصر سے تعلق رکھتا
ہو تو لازم آتا ہے کہ ذات تعالیٰ دنیا میں نظر آ جائے، اور صفات جو کہ معانی (پوشیدہ امور) ہیں کس طرح نظر
آئیں گے اور شیون و اعتباراتِ ذاتیہ اور امورِ سلبیہ کی رویت کا کیا امکان ہوگا اور اگر (ان امور کا ادراک)
عالمِ امر سے تعلق رکھتا ہو تو جس شخص کی سیر عالمِ امر تک پہنچ جائے اگرچہ اس نے دائرۂ امکان کو پورا کیا ہو
اور فنا تک نہ پہنچا ہو یہ تمام درجات اس پر منکشف ہو جانے چاہئیں اور کوئی ذرا سی بات بھی اس پر
پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے۔ اور جو امور تمام اولیاء و انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات پر منکشف ہوئے اس پر
بھی منکشف ہونے چاہئیں اور اس کا فساد اظہر من الشمس (بالکل واضح) ہے فما جوابکم فھو جوابنا؟
[پس جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔]

آپ نے لکھا تھا کہ "جو سالک کسی قدر نقص کے ساتھ متصف ہو (اگر) وہ اس تجلی کے ساتھ مشرف
ہو جائے (تو کیا) اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ اے سعادت آثار! یہ یافت اور یہ دید کامل و مکمل حضرات کے
ساتھ مخصوص ہے اگر یہ سالک اس کمال تک پہنچ گیا ہے اور نقص کی بات اس نے کسرِ نفسی کے طور پر کہی ہے تو
اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً سرمداً و علیٰ آلہ الکرام و صحبہ العظام۔

مکتوب ۱۲۰

شیخ حسین منصور کے نام اُن کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ و آلہ۔ مکتوبِ مرغوب
پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے دو مکتوب اس سے پہلے ارسال کئے تھے (اور) اُن کا جواب مانگا تھا،
میرے مخدوم! ایک مکتوب نہیں مل سکا اور ایک مل گیا جو کہ چند سوالات پر مشتمل تھا، اس کا جواب
لکھتا ہوں۔ آپ نے حزن و بے مزگی اور بے حلاوتی کے بارے میں جو کہ پیش آتی ہے لکھا تھا اور اس کا
سبب دریافت کیا تھا۔ اے سعادت آثار! واجب تعالیٰ سے ممکن کا حصہ عجز و انکسار و حرانی و نایافت رہنا ہے

ص ۲۱۱ ؎ عاشقاں را نصیب از معشوق — جز خرابی و جاں گدازی نیست

[عاشقوں کو معشوق سے خرابی اور جاں گدازی کے سوا اور کچھ نصیب نہیں ہے]

مقید مطلق کو کیا پائے اور محدود لا محدود کو کس طرح احاطہ کرے، جہاں کہیں جاتا ہے قید (یا بندی) اپنے ساتھ رکھتا ہے اطلاق صرف کے لائق نہیں ہے اس لئے بے حلاوتی و بے مزگی ہر وقت اس کی دامنگیر ہوگی اور وہ غم واندوہ کا نشانہ بنے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دائمی حزن اور متواتر فکر میں رہتے تھے ؎

مے وصل نیست وحشی بخمارِ ہجر خو کن — کہ شرابِ ناامیدی غمِ دردِ سر ندارد

[اے وحشی! وصل کی شراب نہیں ہے جدائی کے خمار کی عادت کر لے کیونکہ ناامیدی کی شراب دردِ سر کا غم نہیں رکھتی]

دیگر یہ کہ طالبین میں سے جس کسی کو ظہورِ کامل حاصل ہو جائے اس کو ذکر سے روک کر اسی حضور کے ساتھ رہنے دیں اور اگر اس نے اس حضور میں ترقی پیدا کی تو بہتر ہے ورنہ پھر ذکر میں لے آئیں تاکہ ترقی کی راہ کھل جائے، جس سالک کو نماز ادا کرنے کے دوران استغراق اس قدر غالب آجائے کہ نہ اس کو قرأت سننے کا شعور رہے اور نہ ارکان ادا کرنے کا ہوش رہے اس کے باوجود تمام ارکان اس سے ادا ہو جائیں اگر وہ پورے رکن میں شعور نہ پائے تو اس کی نماز فاسد ہونی چاہیے، یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ
پ ۵ ۴۳ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ [اے ایمان والو! تم ایسی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جاؤ کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو] اس سالک کا سکر اگرچہ محبت کے باعث ہے لیکن شرع شریف کی رو سے کچھ فرق نہیں ہے جس وقت یہ استغراق نماز کے جائز ہونے میں خلل ڈالے تو اس حالت کے باقی رہنے میں کوشش نہ کریں بلکہ اس حالت کو دور کرنے میں کوشش کرنا لازم ہے۔

نیز پوچھا گیا تھا کہ اگر کسی سالک کو ایسی دائمی حالت پیدا ہو جائے کہ اپنے آپ کو اور ماسوا کو معدوم پائے اور اُس تعالیٰ شانہ کے سوا کچھ موجود نہ پائے لیکن کمالات کی ظلیت اور اس کا اصول کے ساتھ لاحق ہونا نہ پائے تو کیا اس حالت والا صوفیائے کرام کی اصطلاحی فنا تک پہنچا ہوگا یا نہیں۔ جواب: وہ فنائے جذبہ کو پہنچا ہوا ہے فنائے مطلق کو اس وقت پہنچتا ہے جبکہ یہ عدمیت کا حصول ظلیت کے علم اور اصل کے ساتھ لحوق کی راہ سے پیدا ہوا ہو اس معنی کو صاحبِ عدم خود پائے یا کوئی دوسرا عارف کشف یا فراست سے اس کی صفات کے لحوق کو معلوم کر لے اور دیکھ لے اور اس کی فنا کا حکم کرے فنائے مطلق اُس اسم تک وصول اور اس اسم میں فنائیت کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ سالک کا مبدا تعین ہے اور عدمیت وصول میں استہلاک نہیں ہے، حاصل مطلب یہ کہ اسم مذکور کی ہستی نے سالک کی قوت ادراک پر غلبہ پالیا ہے سالک نے اپنی ہستی کو اس کے سامنے پوشیدہ پایا اور اپنے آپ کو معدوم دیکھتا ہے اور جب اس اسم میں

فانی ہوجاتا ہے اور وجود اور وجود کے تابع کمالات کو اس سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ ملحق پاتا ہے تو
فنائے مطلق کو پہنچ جاتا ہے۔ دیگر یہ کہ جائز ہے کہ جو سالک محمدی المشرب نہ ہو وہ اپنے شیخ (پیر) کی صحبت و
توجہ سے جو کہ محمدی المشرب ہے کمالاتِ ولایتِ محمدی تک پہنچ جائے اور اس ولایت کی خصوصیات سے مشرف
ہوجائے لیکن اس کو محمدی المشرب یا صاحبِ ولایتِ محمدی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ کمال اس میں قسری (کسی کے
زبردستی کھینچنے سے) و تبعی (کسی کی پیروی سے) ہے نہ کہ ذاتی و طبعی، اس کی ولایت اُسی نبی کی ولایت ہے کہ وہ بالذات
جس کے قدم پر ہے اور یہ جو ہمارے حضرت عالی قدس اللہ سبحانہ سرہ الاقدس کے کلام میں پایا جاتا ہے کہ
انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کلی طور پر خلقت کی طرف رُخ رکھتے ہیں اس معنی میں ہے کہ وہ ظاہر و باطن
میں مخلوق کی طرف متوجہ ہیں اور صورت و معنی کے اعتبار سے خلقت کو (اللہ تعالیٰ کی طرف) دعوت فرماتے ہیں
نہ اس معنی میں کہ ان کا ظاہر خلقت کے ساتھ ہے اور باطن حق جل و علا کے ساتھ جیسا کہ دوسرے حضرات کہتے
ہیں اور کاملین اولیاء میں سے جو تابع اور وارث ہونے کے طور پر کمالاتِ نبوت تک پہنچے ہیں نزول کے
وقت وہ بھی ظاہر و باطن کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عروج نماز کے علاوہ اوقات میں
بھی پیش آسکتا ہے اور منتہی مرجوع (واپس لوٹے ہوئے) کے لئے ضروری نہیں کہ نماز میں لذت کا
حاصل ہونا دائمی طور پر ہو یعنی اس کے ظاہر کے لئے، اس لئے کہ اس کا باطن اس (نماز) کے ادا کرنے
کے دوران ظاہر سے منقطع ہو کر مرتبہ بیچونی کے ساتھ خاص اتصال پیدا کر لیتا ہے اور خاص قرب
اور بے کیف لذت حاصل کرتا ہے اور ظاہر بھی باطن کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور لذت اندوز ہوتا
ہے اور کبھی بعض عوارض کے پیش آنے کی وجہ سے اس رنگا جانے کو نہیں سمجھتا اور لذت اندوز ہونے کو
نہیں پاتا۔ عین و اثر سے مراد وجود و توابع وجود ہے یا ان کا غیر، اس کی تحقیق کو فقیر نے کسی مکتوب میں
بیان کیا ہے وہاں سے معلوم کریں، ولی سے صغیرہ (گناہ) سرزد ہونے کا امکان ہے، وہ اس کے ارتکاب
کی وجہ سے ولایت سے معزول نہیں ہوجاتا اور آپ نے طریقہ قادریہ کی تعلیم کی اجازت کے بارے میں جو کچھ لکھا
تھا یہ سامنے موجود ہونے سے تعلق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جب آپ آئیں تو یاد دلائیں اور جو واقعہ
کہ آپ نے لکھا تھا مبارک اور واضح ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۱

مخدوم زادہ شیخ ابو القاسم کے نام ظُلّت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق اور بعض کیفیات کے

جواب میں جو کہ انھوں نے لکھی تھیں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علی ما انعم وجعلنا من امۃ حبیبہ المبعوث الی العرب والعجم وجعل امتہ خیر الامم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اما بعد، جو مکتوب کہ میرے نہایت نیک فرزند نے بھیجا تھا
۲۱۳ پہنچکر باعثِ مسرت ہوا، آپ نے خلت اور اس کے لوازم کے درمیان فرق کی بات پوچھی تھی، آپ جانتے ہیں کہ خلت بہت بلند مقام ہے جو کہ اصالت کے طور پر حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے امتیوں میں سے تبعیت و وراثت کے طور پر جس شخص کو (چاہیں) اس نعمت سے نوازدیں۔ اور یہاں لوازم خلت اس کے مبادی ومقدمات سے کنایہ ہے اور نفسِ خلت کے حاصل ہونے کی بشارت جو کہ آپ نے دیکھی ہے مبارک ہو، حق سبحانہٗ اُس کے آثار ظہور میں لائے۔ —— آپ نے لکھا تھا کہ "نماز میں عجیب وغریب نسبتیں رونما ہوتی ہیں، جو نسبت وقرب کہ نماز میں ظاہر ہوتی ہے اصالت کی خبر دینے والی ہے اس عالم میں ظلال کے شعبدوں (کیفیات) سے رہائی شاید نماز میں میسر آجائے جو کہ مومن کی معراج ہے، جو قرب کہ اُس کی ادائیگی کے وقت (ہوتا) ہے اس (نماز) سے باہر بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے —— آپ نے لکھا تھا "اس سے پہلے جو اپنے آپ کو نورِ صرف پاتا تھا جو کہ حقیقتِ کعبہ کے ساتھ متصف ہونے سے عبارت ہے اب نہیں پاتا اور مرتبہ وجوب کی وسعت بیچونی اور امتیاز بے کیفی کی نسبت کے سوا نہیں سمجھتا اور حیرت میں ہے کہ اس نہ پانے کا کیا راز ہے" کچھ حیرت کا مقام نہیں ہے کیونکہ وسعت بے کیفی جو کہ حقیقتِ قرآن مجید ہے کی نسبت کے طلوع ہونے کے وقت میں اگر سابقہ نسبت پوشیدہ ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے اور جبکہ دونوں نسبتوں کے درمیان تضاد نہیں ہے وہ حق کے نور کے ساتھ متصف ہو کر اس وسعت کا پتہ لگاتا ہے اور ادراک کے نور سے بے کیفی کا امتیاز کرتا ہے، اس وقت میں اس تحقق کی عدمِ یافت ہے نہ کہ اس تحقق کا عدم —— آپ نے جس بشارت کی طلب کی تھی وہ سامنے موجود ہونے پر موقوف ہے۔ دیگر یہ کہ دوستوں کی لاپرواہی سے دل برداشتہ نہ ہوں اور سب کچھ حق تعالیٰ کی جانب سے جانیں، بندوں کے دل اس سبحانہٗ کے تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے پھیر دیتا ہے ؎

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

[دشمن اور دوست کی مخالفت کو خدا کی طرف سے جان کیونکہ دونوں کے دل اس کے تصرف میں ہیں]

جو شخص آپ کے ساتھ دوستی کرتا ہے آپ کو حق جل وعلا سے باز رکھ کر اپنے ساتھ مشغول کرتا ہے اور جو شخص کہ آپ کے ساتھ دوستی نہیں کرتا وہ آپ کو حق جل شانہ کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے، حق سبحانہٗ کے ساتھ تو بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے، (رباعی)۔

یارب ہمہ خلق را زمن بدخو کن   وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دلِ من صرف کن از ہر جہتے   در عشقِ خودم یکجہت و یکرو کن

[اے خدا! تمام مخلوق کو مجھ سے بدظن کردے اور تمام دنیا والوں سے مجھ کو یکسو کردے، میرے دل کا رُخ ہر طرف سے پھیر دے، مجھے اپنے عشق میں یک سمت و یک رُخ کردے] ان دوستوں کو دو کلمے شکوہ اور آزردگی کے طور پر لکھے گئے ہیں تاکہ واضح ہو جائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔ ص ۲۱۷

مکتوب ۱۲۲

ملا موسیٰ کے نام اُن کے واردات و احوال کے جواب میں جو کہ انھوں نے لکھے تھے اور مطلوب کے ماوراء ہونے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم دینی بھائی ملا موسیٰ اس مسکین کی طرف سے سلام عافیت انجام پڑھیں، ذوق و شوق پر مشتمل مکتوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا، حلاوت و ذوق جو کہ ذکر و مراقبہ میں ظاہر ہوتا ہے جذبہ کے آثار میں سے ہے اور فنا و محویت کا دیکھنا نیک و مبارک ہے اور انوار کا ظاہر ہونا کہ جس سے تمام گھر روشن ہو جاتا ہے اور جسم کی بجائے کوئی اور چیز دکھائی دیتا ہے یہ گویا بقاء ہے کہ جس پر فنا مرتب ہوتی ہے لیکن یہ فنا اور یہ بقا جذبہ کے ساتھ مقید ہے، اس بات کی کوشش کریں کہ فنائے مطلق حاصل ہو جائے اور جو کچھ انسان کی پیدائش سے مقصود ہے میسر آجائے۔ اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ اس حالت کی فکر میں ہیں اور اس سے ترقی چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ "اس کا مطلب جسم کا فنا ہونا نہیں ہے، مقصد یہ ہے کہ شاہد غیبی (ذاتِ حق جل و علا) ہمیشہ ظاہری معشوق کی مانند نظر میں رہے اور غیر کی طرف متوجہ نہ ہونے دے" ــــ جاننا چاہئے کہ شاہدِ غیبی اس سے بالاتر ہے کہ دید و دانش میں آئے اور مشہود و متخیل ہو جائے، حضرت خواجہ نقشبند قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ نفی کرنی چاہئے اس کلمہ کا ظاہر جو کہ نظر میں ہو گا حقیقت پر محمول نہیں ہے مثال بیان کرنے کے طور پر ہے یعنی گویا نظر میں ہے کہ وہ دائمی طور پر متوجہ الیہ (جس کی طرف توجہ کی جائے) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جس حالت کی آپ آرزو کرتے ہیں اس کا آپ کی موجودہ حالت پر فوقیت رکھنا محلِ غور ہے۔ ع

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب   [وہ لقمہ طلب کر جو منھ میں نہ سمائے]

اور یہ جو آپ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "جب کبھی اُن انوار کے علاوہ کچھ مکاشفات اُس جانب سے نظر میں آتے ہیں متوجہ نہیں ہوتا اور دفع کرتا ہوں" مبارک اور اعلیٰ ہے اور سابقہ آرزو کی تلافی کرتا ہے۔ آپ نے خلوت و تنہائی کی خواہش کی تھی نیک و مبارک ہے العزلۃ تمنیۃ الصدیقین [خلوت صدیقین کی تمنا ہے] لیکن جان لیں کہ جو صحبت فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کیلئے ہو تنہائی سے بہتر ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۲۳

۲۱۵

مخدوم زادہ عالی قدر معدن الحقائق ابوالقاسم کے نام دوستوں کی غلطیوں کو معاف کر دینے اور چغلخور کی بات سننے سے منع کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، آپ کے مکتوبات شریفہ پہنچ کر مسرت بخش ہوئے آپ نے صلح اور صفائی حاصل ہونے کی بابت لکھا تھا اچھا ہوا فتنہ کی آگ جتنی بھی بجھ جائے بہتر ہے، دوستوں سے بشریت کے تقاضے سے کوئی لغزش واقع ہوتی ہے اور کوئی امر جو کہ دوستی کے خلاف ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے آپ کو درگذر کرنا چاہئے اور ان کی خوبیوں کو نظر میں رکھنا چاہئے۔ ع

اگر مردی احسن الی من اساء [اگر تو مرد ہے تو جو شخص برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کر]

کہا گیا ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص کے پاس کسی شخص کی بابت ناپسند بات ذکر کی تو اُس نے کہا ہم نے اس کی بھلائیوں میں جو ہماری جانب ہیں نظر کی تو (دیکھا کہ) یہ اس کی برائیوں سے زیادہ ہیں پس ہم نے اس کی بھلائیوں کو لے لیا اور اس کی برائیوں سے درگذر کیا، اسی طرح آقا غلام کے ساتھ کرتا ہے پس غلام غلام کے ساتھ ایسا کیوں نہ کرے ــــ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض صالحین نے کچھ باتیں پہنچائی تھیں، حسن ظن کے مطابق ان کے قول پر اعتماد کر کے رنجیدہ دل ہوا" ہم نے لکھا تھا کہ اہل علم سے یہ بات محل تعجب ہے آپ نے حسن ظن کی وجہ سے ان کے قول کو قبول کیا اور دوسری جانب جو کہ حسن ظن کے قابل تھی حسن ظن نہیں کیا، جو شخص چغلخوری کرے اُس کی بات ماننے کے قابل نہیں ہے اور (اس کا) رد کرنا لازم ہے، اور کنز الخفی میں ہے کہ خالد بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا چغلی کا قبول کرنا چغلی سے بھی بدتر ہے کیونکہ چغلی کرنا دلالت (رہنمائی) ہے اور (اس کو) قبول کرنا اجازت (صحیح قرار دینا) ہے اور جس نے کسی چیز پر دلالت کی وہ اس شخص کی مانند نہیں ہے جس نے اس کو قبول کیا اور صحیح قرار دیا، پس چغلخور کو چغلخوری پر ذلیل کرو اگرچہ وہ سچا ہو اس برائی کی وجہ سے کہ اس نے پردہ دری کی اور حرمت کو ضائع کیا اور اگر وہ

جھوٹا ہو تو اس کو سزا دو کیونکہ اس نے جھوٹی بات اور بہتان کے ساتھ رحمٰن (خدا) سے جنگ کی اور شیطان کی تابعداری کی ہے پس جب تیرے پاس کوئی شخص آئے اور تجھ کو خبر دے کہ فلاں شخص نے تیرے بارے میں ایسا ایسا کہا ہے یا یہ کہ کسی تیرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے تو بیشک تجھ پر چھ چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک یہ کہ اس کی تصدیق نہ کر کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک چغلخور کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا
ع۱۴ پ۲۶ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ الآیۃ (اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کسی قوم کو کوئی ضرر پہنچا دو) اور دوسرے یہ کہ اس کو چغلخوری سے منع کر کیونکہ یہ برائی ہے اور برائی سے روکنا واجب ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا کُنْتُمْ
ع۳ پ۴ ۱۱۰ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الآیۃ (تم ایک اچھی امت ہو جو کہ لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے) اور تیسرے یہ کہ اس سے
۲۱۶ خالص اللہ کے لئے بغض رکھ کیونکہ وہ گناہ کرنے والا فاسق ہے اور گناہ کرنے والے کے ساتھ بغض رکھنا واجب ہے اور چوتھے یہ کہ اپنے غیر موجود بھائی کے ساتھ بدگمان نہ رکھ کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمان رکھنا حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ پانچویں یہ کہ جس چیز کی تجھ کو چغلخور خبر دے اس کا تجسس ترک کر دے کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اس عزوجل نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا (اور تجسس مت کرو)
ع۱۳ پ۲۶ ۱۲ اور چھٹے یہ کہ اس چغلخور کی جس بات کو تو پسند نہیں کرتا تو بھی اس کو مت کر (یعنی اس کی چغلی کو دوسری جگہ بیان نہ کر) پس جو چیز چغلخور تیرے پاس لائے تو کسی کو اس کی خبر نہ دے اور بعض علماء نے کہا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس زمانہ میں گناہ سے بچا رہے اور اس کے دوست باقی رہیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے نفس کو قاضی (فیصلہ کرنے والا) بنائے اور وہ قاضیوں کی طرح فیصلہ کرے گواہوں اور ان کی جرح و تعدیل کے بغیر کسی کے بارے میں کسی کا قول قبول نہ کرے اور کسی شخص پر کسی شخص کی تصدیق نہ کرے پس بیشک ہم نے بعض لوگوں کے کہنے پر بعض سے محبت کی اور بعض سے بغض رکھا پھر ہم اپنے کئے پر نادم ہوئے۔

مکتوب ۱۲۴

ہمت خان کے نام مواعظ و نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے نیک پسندیدہ کاموں کو حاصل کرنے کے ساتھ معزز و سعادت مند رکھے۔ میرے مخدوم! حق سبحانہ نے آدمی کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا کہ جو کچھ سمجھے کرے اور جس طرح چاہے زندگی گذارے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى
ع۵ پ۲۹ ۳۶

[کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا] اس کی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف کا بجالانا ہے اور اس سے مطلوب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی معرفت ہے اس کو بعض چیزوں کا امر کیا گیا ہے اور بعض چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور وہ شخص اس کے سوا چارہ نہیں رکھتا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے اوامر و نواہی کے مقتضا کے مطابق زندگی بسر کرے ورنہ وہ باغی ہوگا اور بہت زیادہ عذاب کا مستحق اور غضب کا مورد ہوگا، آخرت کی وعیدیں بیشک پوری ہونے والی ہیں خوابِ خرگوش کب تک رہے گا، اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ
دَافِعٍ [بیشک تیرے رب کا عذاب ضرور آنے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے] اللہ تعالیٰ نے کمال اہتمام سے طور ۸
جو کہ انسان کے بارے میں کیا ہے کتنے ہی موکل (فرشتے وغیرہ) ہر فرد کے اوپر مقرر کئے ہیں تاکہ اس کے افعال و اقوال و حرکات و سکنات کی نگہداشت کرتے رہیں اور لکھتے رہیں۔ نامراد آدمی کی جان پر افسوس ہے کہ بادشاہ کا ایک خبر نویس جو کسی صوبہ میں جاتا ہے تو اہلِ صوبہ کو لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور وہ بُرے اعمال سے پرہیز کرتے ہیں اور اس جگہ امین موکل (فرشتے) دن کے اعمال ناموں کو شام کے وقت لیجاتے ہیں اور رات کے اعمال ناموں کو صبح کے وقت لیجاتے ہیں اور اعمال پیش ہونے کے وقت اُس (انسان) کو حضرت ذوالجلال
والجمال کے سامنے پیش ہونا ہی۔ ہم جیسے غافل ذرا بھی تنبہ حاصل نہیں کرتے اور گناہوں کے ارتکاب میں زیادہ دلیر ۲۱۷
ہو جاتے ہیں۔ میرے مخدوم! چند روزہ عمر بہت عزیز ہے اور فرصت غنیمت ہے چاہئے کہ اہم کاموں میں صرف ہو، افسوس ہے کہ بیہودہ اور بیکار کاموں میں گذر رہی ہے، تھوڑی کوشش سے ابدی (دائمی) ملک ہاتھ آتا ہے اور تھوڑی سی لاپرواہی سے چلا جاتا ہے اور کثرت سے ذکر کرنا اہم کاموں میں سے ہے اور پرہیزگاری و تقویٰ عزیمت کے کاموں میں سے ہے دیکھئے کون جوانمرد ہے جو اسبابِ عیش کے مہیا ہونے اور استقدر توکر چاکر اور شان و شوکت ہونے کے باوجود حق بات کو قبول کے کانوں سے سُنے اور بے غرض کی نصیحت کو زندگی کا نصب العین بنالے ؎

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشاں گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

[ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے]

مکتوب ۱۲۵

محمد معصوم کے نام ذکر و تفکر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ

مخصوص ہیں صلوۃ وسلام کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب جو کہ آپ نے محبت کے باعث ارسال کیا تھا مسرت بخش ہوا۔ آپ نے ضعفِ دماغ کے غلبہ کی بابت لکھا تھا، اللہ تعالیٰ شفائے عاجل عطا فرمائے اور قوت بخشے، اگر اس ضعف کی وجہ سے ذکر لسانی اور حبسِ دم میں اچھی طرح مشغول نہیں ہو سکتے تو قلبی ذکر و مراقبہ و تفکر میں زیادہ مشغول رہیں، ایک ساعت کا تفکر ایک سال کی عبادت یا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے، آپ نے سنا ہوگا۔ آپ جانتے ہیں تفکر کیا ہے ع

تفکر، رفتن از باطل سوئے حق [تفکر، باطل سے حق کی طرف جانا ہے]

اہل اللہ کی عبادتیں اور اُن کے مراقبے سب اس بات کا تفکر ہیں کہ علمِ اسفل سے علمِ اعلیٰ کی طرف جاتے ہیں اور دال سے مدلول تک جا ملتے ہیں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہوتے ہیں اور صفت سے شان کی طرف عروج فرماتے ہیں اور شان سے شان والے کی طرف گامزن ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ ذکر غفلت کے دور ہونے سے عبارت ہے[1] جس چیز کے ساتھ غفلت سے دور رہے ذکر میں داخل ہے اور خرید و فروخت وغیرہ میں سے جو کام کہ نیتِ صالحہ کے ساتھ ملا ہوا ہو ذکر ہے دنیاوی کام اس نیت کے ساتھ ذکر ہو جاتے ہیں اور دوام آگاہی (ہمیشہ کی حضوری) حاصل ہوتی ہے ؎

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود — بادہ گر خام بود پختہ کند شیشہ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم بھی معشوق کا غم ہو جاتا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہماری صراحی اس کو پختہ کر دیتی ہے]

بحرمتِ نون وصاد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ترقی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے۔

مکتوب ۱۲۶

۲۱۹

مولانا فصیح الدین کے نام واقعہ (حال) کی تعبیر اور بعض مقامات لطائف کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً ومصلیاً، اللہ تعالیٰ قرب کے درجات میں ترقیات مرحمت فرمائے، آپ نے جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا اس کے مطالعہ سے مسرور و خوش وقت ہوا، حق سبحانہ شوق کی آگ کو اور زیادہ تیز کرے اور محبت کی آگ کے شعلہ کو بھڑکائے تاکہ ماسوا سے پوری طرح رہائی دلادے اور حریم قدس کے نواح میں پہنچادے، انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] ـــــ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ حضرتِ خواجہ بزرگ (قدس سرہ) نے آپ کو کسی قسم کے

[1] یہ مضمون مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی دفتر دوم کے مکتوب ۴۶ میں قدرے تفصیل کے ساتھ درج ہے (مترجم)

کھانوں سے بھرا ہوا طشت بھیجا ہے انہو مبارک، اور واضح ہے شاید کہ انہوں نے اپنی خاص نسبت سے عطا کیا ہے اور کوئی آنے والا تعجب کے باعث تمہاری زیارت کے لئے آیا ہے۔ اور اسی طرح آپ نے جو یہ دیکھا کہ "ابلیس لعین (شیطان) اپنے تابعین و متعلقین و معاونین و ناصرین کے ساتھ آپ کے قلب اور تمام لطائف تک پہنچا ہے جب دل اور دوسرے لطائف کو ذکر سے معمور پایا تو وہاں مقامات میں نہیں ٹھہر سکا اور مایوس و ذلیل ہو کر واپس لوٹا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس کے لطائف ذکر سے معمور ہیں مجھ کو ان میں کسی طرح راستہ نہیں ہے انتہی"۔ بیشک جس جگہ حضرت خواجہ بزرگ (قدس سرہٗ) کے کھانے میں سے پس خوردہ پہنچ جائے اس جگہ شیطانِ لعین کو کس طرح راستہ ہو۔

آپ نے پوچھا تھا کہ "حق سبحانہٗ نے روح کے بارے میں فرمایا ہے: قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ [آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے] اور دوسرے لطائف بھی اسی طرح پر ہیں، پس عالمِ امر کے پانچوں لطائف کے مقامات کا تعین جو کہ اس سلسلۂ عالیہ میں ثابت ہے کس معنی میں ہوگا"۔ (بنی اسرائیل ۸۵) آپ جانیں کہ عالمِ امر کو لامکانی کہتے ہیں اور وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے اور اُس (عالمِ امر) کے پانچوں لطائف کے ظہور کا محل عرش کے اوپر ہے جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے۔ جاننا چاہیے کہ عالمِ امر کی لامکانیت و بیچونی عالمِ خلق کی نسبت سے ہے جو کہ مکانیت اور چندی و چونی کے ساتھ متعدد (اعداد) ہے لیکن بیچونِ حقیقی جلّت عظمتہٗ کی نسبت سے عین چون ہے اور اس کی لامکانیت عین مکانیت ہے پس عالمِ امر مکانی و لامکانی اور چون و بیچون کے درمیان گویا برزخ ہے اور دونوں طرف کی خصوصیت رکھتا ہے اور دونوں طرف سے بہرہ مند ہے، اس رتبہ کے باوجود جو کہ عالمِ ارواح رکھتا ہے حق تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے اس کو عالمِ خلق کے ساتھ ایک عشق دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کو بدنِ عنصری کے ساتھ ایک خاص تعلق میسر ہوا ہے اور لامکان ہونے کے باوجود برزخ ہونے کے باعث ایک مکان میں آرام لیا ہے، قلب کو بائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ جو کہ قلب کے گوشت کے ٹکڑے کا مقام ہے تعلق ہے اور روح کو دائیں ہاتھ کی جانب کے ساتھ، اور اسی طرح دوسرے لطائف کے مقامات معین ہیں اور اس تعلق سے اس کی لامکانیت میں کوئی نقص نہیں آتا اور جبکہ حقیقی بیچون ولامکان (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن [اور لیکن میرے مومن بندے کا دل میری وسعت رکھتا ہے] روح میں جو کہ برزخ ہے کیوں بعید ہو اگرچہ یہ وسعت بیچونی ہے اور متشابہات کی قسم سے ہے کہ اس پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہیے، اور عالمِ امر جو کہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتا ہے عالمِ خلق کے ساتھ اس کے اس تعلق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور کہنا (اجسام) اجسام کے ساتھ تعلق اور وسعت کے ماوراء ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

۲۱۹

مکتوب ۱۲۷

میر محمد امین بخاری کے نام اُنہی کے واقعہ (حال) کی تعبیر کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کر کے کلی طور پر (اپنی) بارگاہِ مقدس کا گرفتار رکھے، جو مکتوب مرغوب اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا پہنچا چونکہ شوق و تمنا کے کلام پر مشتمل تھا اس لئے خوش وقت کیا اور شوق کو بڑھانے والا ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ذکر کے اس عرصہ میں محویت نے غلبہ کیا جیسا کہ کبھی وجود کا علم نہیں رہتا اور پھر وہی علم اپنے حال پر لوٹ آتا ہے اور اس حال میں کوئی شخص کہتا ہے کہ ابھی تجھ کو کمالات کی مصلحتیں چاہئیں میرے مخدوم! یہ محویت نیک و مبارک ہے حق سبحانہ اس کو اس طرح پر غالب کرے کہ عود مذکور سے محفوظ ہو۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ "میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ کبھی واپس نہ لوٹوں" اور یہ جو کہا ہے کہ (تجھ کو) کمالات کی مصلحتیں چاہئیں یعنی بشریت کی فنا و محویت کے بعد اللہ عزوجل کے اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کا مقام ہے اس کی آمادگی اور استعداد کا اظہار کرنا چاہئے، یہ آمادگی اور استعداد بھی اسی کی دین ہے وہی عطا کرتا ہے اور اس کی استعداد بھی دیتا ہے ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست | تو دادی ہمہ چیز من چیز تُست

(میں پہلے سے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا تو نے ہی سب چیزیں دی ہیں میں (بھی) تیری ہی چیز ہوں)

اوقات کو عبادات کے ساتھ معمور رکھیں اور آخرت کی تعمیر میں کوشش کریں اور اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار کے ساتھ روشن رکھیں ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں | گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

(ہم نے تجھ کو مقصود کے خزانے کی نشاندہی کر دی ہے اگر ہم نہیں پہنچے تو شاید تو ہی پہنچ جائے) والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۲۸

ص ۲۳۰

حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) نے ہمشیرہ زادہ حاجی شیخ محمد فضل اللہ کے نام وعظ و نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ تعالیٰ دونوں جہان کے مقاصد میں کامیاب کرے اور کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے

انہ المیسر لکل عسیر [بیشک وہ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے] آنے والوں کے ذریعہ عافیت کی خبر اور احوال کی کیفیات لکھتے رہیں، دنیاوی کاموں میں بقدر ضرورت مشغول ہوں اور باقی اوقات اشغال واذکار میں صرف کریں اور باطن کی تعمیر میں کوشش کریں اور مقصدِ اعلیٰ میں لگے رہیں اور ہمت کو آخرت کی تعمیر میں صرف کریں اور دور افتادہ دوستوں کو دعائے خیر میں یاد رکھیں، باقی احوال بخیر ہیں، والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۲۹

مخدوم زادہ گرامی حقائق ومعارف آگاہ شیخ ابو القاسم کے نام نصیحت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، فرزندِ گرامی اس جانب سے سلام خیر انجام پڑھیں اس حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں امید ہے کہ وہ فرزند (آپ) بھی عافیت سے ہوگا اور ہمیشہ ترقی میں رہے گا جو مکتوب کہ اس سے پہلے بھیجا تھا فقیر کی بیماری کے دنوں میں پہنچا تھا اس وجہ سے جواب میں تاخیر ہوگئی اس وقت اس مکتوب کی جس قدر جستجو کی نہیں پایا تا کہ اس کے مطابق لکھتا الخیر فیما صنع اللہ سبحانہ [جو کچھ اللہ سبحانہ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] جو کام کہ آپ کو درپیش ہے اس کے حاصل کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں، جب تک آپ وہاں ہیں غنیمت ہے دینی علوم پر بہت زیادہ راغب رہیں، ان میں سے ایک سبق بھی ہو جائے تو بہتر ہے جو وقت کہ سبق سے بچ رہے (اس میں) ذکر و فکر میں مشغول رہیں اور اندھیری راتوں کو رونے اور مغفرت طلب کرنے کے ساتھ روشن رکھیں، زندگی کے دن بہت غنیمت ہیں چاہیے کہ اہم کاموں میں صرف کئے جائیں، والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۳۰ ص ۲۲۱

خواجہ احمد بخاری کے نام قرآن (پاک) کے فضائل اور اس واقعہ (حال) کی تعبیر میں تحریر فرمایا جو انہوں نے لکھا تھا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوبِ مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے جمعی اور اوقات کی نگہداشت کے بارے میں لکھا تھا اس کے مطالعہ سے خوشوقت ہوا، اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق ظاہر کیا تھا اگر میسر ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہے، نیک ومبارک ہے، حدیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے، قرآن والے

اہل السنہ ہیں، خاصۃً ابن جوزی، اور نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ حاملینِ قرآن اولیاء اللہ ہیں پس جس نے
ان سے دشمنی کی تو بیشک اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جس نے ان سے دوستی کی تو اس نے اللہ سے دوستی
کی، فر، اور نیز حدیث شریف میں ہے حاملینِ قرآن کی فضیلت غیر حاملینِ قرآن پر ایسی ہے جیسی کہ خالق کو
مخلوق پر فضیلت ہے، فر۔ اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ حاملینِ قرآن کا اکرام کرو، جس نے ان کا اکرام کیا
تو اُس نے اللہ کا اکرام کیا۔ خبردار! حاملینِ قرآن کے حقوق میں کمی مت کرو پس بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے
نزدیک ایسے مقام میں ہیں کہ قریب ہے کہ حاملینِ قرآن انبیاء ہوتے مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جاتی۔ الدیلمی۔

جو واقعہ (حال) کہ سعادت اطوار محمد زاہد نے دیکھا تھا وہ آپ نے لکھا تھا، بہت مبارک اور
واضح ہے، اور یہ جو اس نے صحرا میں سفید بلند گنبد کہ جس کا اندرونی حصہ شفاف ہے دیکھا تھا وہ
گنبد گویا عینِ ثابتہ سے عبارت ہے کہ سالک کا مبدأ تعین ہے اور ولایت اُس تک واصل ہونے کے
ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہ جو چار فرشتوں نے کہا ہے کہ یہ واصلین کے وصل کی بشارت ہے اس معنی
کی تائید کرتی ہے اس کے بعد یہ جو (اس) فقیر نے اُسی واقعہ میں کہا ہے کہ "وہ گنبد چار درجے رکھتا
ہے پہلا درجہ اس گنبد میں داخل ہوتا ہے دوسرا درجہ وہ ہے جو کہ نصف زینوں تک پہنچتا ہے تیسرا
درجہ وہ ہے جو کہ اس کے اوپر پہنچتا ہے، چوتھا درجہ وہ ہے جو کہ اوپر سے نیچے آکر دروازے سے باہر
نکل کر دوسرے گنبد میں داخل ہو جاتا ہے" آپ جان لیں کہ سالک جب اُس اسم سے جو کہ اس کا مبدأ تعین ہے
واصل ہو جاتا ہے تو اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے (یہ راستہ) چار درجے رکھتا ہے پہلا درجہ یہ ہے کہ دائرہ امکانی کو قطع
کر کے اس کے ساتھ واصل ہو جائے، فنا کا حاصل ہونا اس درجے کے ساتھ وابستہ ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس
ص۲۳۲ اسم میں سیر کرے اور اس کے کمالات کے ساتھ متصف ہو جائے اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ نصف زینوں تک پہنچا
ہے اس بات سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس درجہ میں بقا حاصل ہو گئی ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ اسم کے منتہا تک پہنچ جائے
اور اسم کے ساتھ بقا حاصل کرے مسمی کا پتہ لگائے یہ تینوں درجے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ سے تعلق رکھتے ہیں
(یہ) کمالات میں عروج ہے اور چوتھا درجہ نزول سے تعلق رکھتا ہے جو کہ سیر عن اللہ باللہ ہے اور سیر فی الاشیاء ہے،
اور یہ جو واقعہ میں کہا ہے کہ اوپر سے نیچے آکر اور گنبد سے باہر ہو کر دوسرے گنبد میں آگیا ہے اس میں ان دونوں
سیروں کی نشاندہی کی گئی ہے اور دوسرا گنبد عالمِ امکان کا گنبد ہے یا سالک کے قالب کا گنبد ہے، اور
آپ کو اور خواجہ شریف کو نزول کی بشارت ہے اور محمد زاہد کے لئے ابھی وقت نہیں پہنچا اور یہ جو اُن چار
فرشتوں نے کہا کہ تیرے باطن کا خانہ یہی ہے یہ بھی اس تعبیر کی تائید کرتا ہے، اس واقعہ کی تعبیر جو آپ نے
دریافت کی تھی اس کے بارے میں جو کچھ کہ میرے ناقص خیال میں آیا ہے یہ ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۱

خواجہ عبداللہ کولابی کے نام ذکرِ جہر وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہونے کے بارے میں ان کے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تحیات کے بعد عرض کرتا ہے کہ گرامی نامہ بہیج کر مسرت بخش ہوا آپ نے شوق کا اظہار کیا تھا اس طرف کے دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث (قدسی) وانا الیہم لاشد شوقاً [اور میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں] مطالعہ کریں حق سبحانہٗ شوق کی آگ کو بھڑکائے تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح رہائی دلائے اور شیون و اعتبارات سے گذار دے اور معیتِ ذاتیہ تک پہنچائے انہ قریب مجیب [بیشک وہ قریب ہے (اور) قبول کرنے والا ہے]۔ آپ نے پوچھا تھا کہ "جس مجلس میں کہ سلسلۂ کبرویہ وغیرہ کے لوگ اوراد فتحیہ پڑھتے ہیں اس میں بیٹھنا چاہیے یا اُس مجلس کو ترک کرنا چاہیے"۔ میرے مخدوم! ان کے ذکرِ جہر کرنے کی صورت میں چونکہ ذکر فی نفسہٖ اچھا اور نتیجہ بخش ہے اگر آپ بیٹھیں اور اپنے طریقہ میں مشغول رہیں تو گنجائش رکھتا ہے اور مستحسن ہے اگر اس نظریے سے کہ ذکر میں جہر کرنا بدعت ہے خود کو علیحدہ رکھیں تو یہی آپ کے لئے مناسب ہے اور آپ مختار ہیں، مختصر یہ ہے کہ اس قسم کی جگہوں میں حکمت کی رعایت کریں اور وقت و حال کا لحاظ رکھیں اور دل کے فتوی پر عمل کریں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ[1] نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔ دیگر یہ کہ مرشد (پیر) کا طالب ۲۲۳
کی طرف توجہ کرنا اسمِ ذات (اور) نفی و اثبات کے ذکر میں یکساں ہے اس کے باطن پر توجہ کرنی چاہئے توجہ کرنے والے کو ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور جس کی طرف توجہ کی جائے اس کو جس طریقہ پر امر کیا گیا ہے اس میں مشغول رہنا چاہیے۔

اور یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ فقیر نے آپ کو ایک بڑا کاغذ دیا ہے اور اس کاغذ میں ایک طرف حضرت رسالتپناہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تصویر ہے اور ایک جانب اس مسکین کی تصویر ہے اور ایک ساعت کے بعد دیکھا کہ اس مسکین کی تصویر آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر ہے واضح ہو اور بشارت کا باعث ہوا، گویا پہلا حصہ قاب قوسین کے قرب سے (تعلق رکھتا) ہے اور جو کچھ آپ نے اس کے بعد دیکھا ہے وہ اوادنیٰ سے (مناسبت رکھتا ہے)، والسلام اولاً و آخراً۔

---

[1] اسی معنی کی حدیث مسند احمد دارمی میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لوابصۃ جئت تسأل عن البر والاثم قال نعم قال فجمع اصابعہ فضرب بہا صدرہ وقال استفت قلبک ثلاثاً البر ما اطمئنت الیہ النفس واطمأن الیہ القلب والاثم ما حاک فی النفس وتردد فی الصدر وان افتاک الناس (خطبات الاحکام لجمعات العام ص ۳۰)

مکتوب ۱۳۲

سیادت پناہ حاجی محمد عاشور بخاری کے نام اس بیان میں کہ طالبوں کے اجتماع میں نیت کی تصحیح ضروری ہے اور خالق مخلوق میں خالق اور مخلوق ہونے کے سوا کوئی نسبت نہیں ہے اور صراط مستقیم کی ہدایت کے معنی میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علی ما انعم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید العرب والعجم الذی صار امتہ خیر الامم وعلی آلہ وصحبہ ذوالفضل والکرم، آپ نے جو محبت نامہ صدق و محبت کے باعث ارسال کیا تھا اس نے پہنچکر مسرور کیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و احسان ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور اوقات دلجمعی کے ساتھ گذر رہے ہیں اور ذکر کے دو حلقے قائم ہیں ؎

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

[آسماں اس زمین کیلئے سجدہ کرتا ہے کہ جس میں ایک دو آدمی ایک دو لمحہ خدا کیلئے بیٹھتے ہیں]

لیکن نیت کو صحیح رکھنے میں کوشش کرنی چاہئے اور نفس و شیطان کے شر سے بے فکر نہیں رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ اجتماع دوری و محرومی کا سبب ہو جائے اس وجہ سے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے اور ہمیشہ بارگاہ قدس میں التجا و تضرع کرتے رہنا چاہئے، آپ چونکہ فقراء کی صحبت میں رہے ہیں اس لئے امید ہے کہ اس قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے لیکن ہر حال میں التجا و استغفار سے چارہ نہیں ہے، آیت کریمہ
یوسف ۱۲ ۵۳ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي الآیۃ [اور میں اپنے نفس سے بری نہیں ہوں] آپ نے پڑھی ہوگی۔

آپ نے لکھا تھا کہ یہ عالم کو حق سبحانہ کے ساتھ خالق و مخلوق ہونے کی نسبت کے سوا کچھ نظر میں نہیں آتا اور اپنے آپ کو اس سے زیادہ اور کچھ ثابت نہیں کرتا کہ میں اس سبحانہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوں۔ بیشک صانع کی ذات کو مصنوعات کے ساتھ یہی خالق ہونے کی نسبت ہے اور بس، ۲۲۲
اگر اصل اور ظل ہونے کی نسبت ہے تو اسماء و صفات کی صورتوں کے ساتھ ہے نہ کہ ذات عز برہانہ کے ساتھ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ [بیشک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے] یہ دید اصل ہے اور نسبت
عنکبوت ۲۹ ۶ کے اصل ہونے کی خبر دینے والی ہے، یہ دید یا عوام کے لئے ہے یا خاص الخاص حضرات کے لئے ہے جو کہ ظلال سے اصل تک پہنچ گئے ہیں اور شہود سے غیب کو جا ملے ہیں، خاص حضرات اصالت و ظلیت کی دید کے ساتھ خوش ہیں اور شہود و مشاہدہ کے ذوق کے ساتھ لذت اندوز ہیں، یہ جو آپ نے لکھا ہے

"۔۔۔۔۔۔ اور یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ محرومی و نیستی (فنائیت) کے سوا کچھ حاصل

نہیں کیا اور مطلوب سے نایافت کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا اور رنج و بے چینی اور دائمی غم لاحق ہے یہ ایسی دید کے باعث سے اور ہمت کا بلند ہونا اور جو کچھ حاصل کیا اس پر اکتفا نہ کرنا بھی اس دید کے شعبوں میں سے ہے اور احکام شرعیہ اور تمام سنن نبویہ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے بجالانے اور بدعت اور ان امور سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں پرہیز کرنے پر ثابت قدم رہنا بھی اس (مقام) کے مناسب ہے اور یہ جو آپ نے قضائے الٰہی پر راضی رہنے اور غم و مصیبت سے جو کچھ اس تعالیٰ شانہ کی طرف سے پہنچا ہے اس کے متعلق شرح صدر کے لوازم کے بارے میں لکھا ہے بہت بڑی نعمت ہے اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] صراط مستقیم پر ہدایت سے مراد اس تعالیٰ شانہ کے افعال کے ساتھ بھی شرح صدر اور اس سبحانہ و تعالیٰ کے مقتضیات (احکام) میں سینہ کی تنگی کا دور ہونا ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۱۲۵ [پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے] وَاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا [اور اس وقت ہم ضرور ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم دیتے ہیں اور ضرور ہم ان کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہیں]۔

مکتوب ۱۳۳

جان محمد بیگ کولابی کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ کیفیات و احوال پر مشتمل تھا اور اس بیان میں تحریر فرمایا کہ احوال بشارات ہیں حصول پر دلالت نہیں رکھتے۔

یہ فقیر حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب نے جو اس مسکین کے نام مرقوم کیا تھا پہنچ کر مسرت بخشی چونکہ پسندیدہ احوال و واقعات پر مشتمل تھا مزید مسرت کا باعث ہوا۔ پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے شوق و ذوق کو زیادہ کرے اور ترقی و توفیق عطا فرمائے — آپ نے لکھا تھا "اس سے پہلے ایسا تھا کہ مخلوقات میں سے ہر ایک مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و بے اعتبار پاتا تھا حتی کہ کافر فرنگ کو بھی اپنے سے بہتر جانتا تھا اور جو فعل کہ اس فقیر سے واقع ہوتا تھا اس کو شر محض ص۲۲۵
جانتا تھا" میرے مخدوم! یہ حال اصل ہے اور یہ نقص کی دید اور اپنے ہر فعل کو شر محض سمجھنا بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اور فنا و نیستی کی خبر دینے والی ہے کیونکہ ہستی اور اس کے توابع جب اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے ہیں تو سالک میں نیستی اور شر ہونے کے سوا کچھ نہیں رہتا اور اچھائی کی ذرا بھی بو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ ممکن کی ذات عدم ہے جو کہ ہر شر و فساد کے نشو و نما کی جگہ ہے، وجود اور تمام کمالات اس میں

مستعار و امانت ہیں، اور امانت اس کے مالک کو واپس کر دینے کے بعد اپنے افعال کو شر محض سمجھنے اور قصور کی دید کے سوا جو کہ اس کی ذات کا مقتضا ہے اس کو کچھ نصیب نہیں ہوگا، بڑے بڑے دریا جو کہ نظر آتے ہیں اور آپ ہر ایک کو الگ الگ عبور کرتے ہیں بہت خوب ہے، سلوک کے راستے میں اس قسم کے بہت سے دریا عبور کرنے پڑتے ہیں، اور یہ جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے فرماتے ہیں کہ تو ہماری ملکیت سے ہے بہت بڑی بشارت ہے، شاید کہ آپ اُن کی ولایت سے حصہ حاصل کریں گے ___ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "آپ جل گئے اور کوئلہ ہو گئے ہیں اور اس کوئلہ کو لوگوں نے سیاہی بنا لیا ہے اور لوگ اس سے الگ الگ لکھتے ہیں اس کے بعد معلوم ہوا کہ قرآن لکھتے ہیں" اس کی تعبیر ظاہر ہے، جو نہی کہ وجود بشریت محبت کی آگ سے جل جاتا اور فانی ہو جاتا ہے اور الفاظِ قرآنی کے ساتھ بقا حاصل کرتا ہے حق تعالیٰ (کا کلام) تم سے ظہور پاتا ہے کیونکہ عشق کی آگ کے جلائے ہوئے لوگوں کا مونس اس کا کلام ہے کہ اس عالم میں اس کی مانند کوئی مظہر نہیں ہے اور اس کی صفتِ حقیقی بنفسہ جلوہ گر ہوئی ہے اور صفت سے موصوف کا راستہ کھلا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے "آگاہ رہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے" ___ اور اسی طرح یہ جو آپ نے دیکھا ہے "کہتے ہیں کہ معدوم ہو جا، فقیر (خواجہ محمد معصومؒ) کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قدموں میں، اسی وقت قدمِ مبارک نظر آئے اور میں مبارک قدموں کے نیچے معدوم (نیست) ہو گیا" یہ ایک بشارت ہے خاص الخاص فنا کی طرف ایک اشارہ ہے قدم مبارک کے نیچے جو فنا ہوتی ہے وہ خاص امتیاز رکھتی ہے ___ اور یہ جو آپ نے دیکھا ہے کہ "ایک عظیم بے پایاں صحرا کو ایک ساعت میں طے کیا ہے" یہ بھی نیک و بشارت ہے ___ اور جس واقعہ میں کہ آپ نے اپنے آپ کو آدھی ہتھیلی کی مقدار بے حس و حرکت گوشت کا ٹکڑا دیکھا ہے وہ فنا اور عدمیت ذاتیہ کے ظہور کی خبر دینے والا ہے جو کہ بے حس و حرکت جماد (بے جان چیز) کے عنوان سے ظاہر ہوا ہے جیسا کہ ہمارے حضرتِ عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے تحریر فرمایا ہے اور برادر دینی دوست بیگ کے جو احوال و واقعات آپ نے لکھے ہیں یعنی فنائے قلبی کی بشارت کا حصول اور اولیاء کے گروہ میں شمولیت ۲۲۶
اور خود کو غائب پانے کا مراقبہ اور معرفت کے مرتبہ کا ظہور اور اس سے حصہ پانا اور اس کے بارے میں حضرت عالی (قدس سرہ) کا دعا کرنا اور مصافحہ کرنا اور آیتِ کریمہ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ الآیۃ [اور ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تمام باطل ادیان سے یکسو ہو کر دین کو بینہ ۵
اسی کے لیے خالص کرنے والے ہو جاؤ] پڑھنے کی نصیحت کرنا سب واضح ہوا، اچھے واقعات اور بشارات ہیں اور آیہ کریمہ پڑھنے کا امر کرنا نماز قائم کرنے پر ترغیب ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور کمال درجہ کے

قرب کا مقام ہے اور زکوٰۃ دینے پر (ترغیب ہے) جو کہ مال کو پاک کرتا ہے اور نیز اخلاص پر عمل کرنے پر ترغیب ہے کیونکہ عبادات کے اعمال اور اذکار کی قبولیت اس سے وابستہ ہے اور (یہ) سیر و سلوک کا نتیجہ ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ واقعات و خواب مبشرات سے زیادہ نہیں ہیں کہ استعداد ہونے کی بشارت دیتے ہیں اور قوت کی خبر دینے والے ہیں نہ کہ فعل کی، کچھ جان کھپانی چاہئے تاکہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش میں آپہنچے، جو کچھ بیداری میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس شخص کی ملکیت ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم　　نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں اسلئے سب کچھ آفتاب ہی کی کہتا ہوں میں نہ شب ہوں نہ شب پرست ہوں کہ خواب کی بات بیان کروں]

والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۳۲

حقائق آگاہ حاجی حبیب اللہ حصاری ثم البخاری کے نام اس بارے میں کہ ابتداء میں ظاہر باطن کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور باطن سے منقطع ہونے کے بعد ظاہر مکدر و آلودہ نظر آتا ہے اور ممکن کی ذات کے عدم ہونے اور حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ خلّت و حقیقتِ صلوٰۃ و حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ محمدی اور ان کی تعبیر اور ان کے مناسب امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد وآلہ اما بعد، جو مکتوب مرغوب آپ نے پشاور سے بھیجا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، نقص و قصور کی دید اور وجودِ بشری کے نگاہ میں بُرا لگنے بخاص طور پر طاعات اور تبرک مقامات میں ایسا ہونے کی بابت آپ نے لکھا تھا واضح ہوا میرے مخدوم ظاہر چونکہ فی نفسہٖ ظلمت و کدورت ہے، باطن سے ملتے وقت اس کے ساتھ روشن اور تر و تازہ نظر آتا ہے، باطن کے اذواق و انوار کے ساتھ ظاہر بھی منور اور ذوق و شوق کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے جب باطن ترقیات کے سبب ظاہر سے منقطع ہو جاتا ہے اور دونوں کے درمیان بُعد مشرقین پیدا ہو جاتا ہے تو باطن کے انوار و اذواق ظاہر تک بہت کم پہنچتے ہیں اس لئے مکدر و آلودہ نظر آتا ہے اور غم و اندوہ کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے اور نیز کمالاتِ اصل کے ساتھ لاحق ہونے کے بعد عدم کے سوا جو کہ ہر شر و نقص کا مقام اور منشا کہا جاتا ہے اس سے بھی بدتر ہے کچھ نہیں رہے گا اور طاعات و تبرک مقامات میں ذاتی ظلمت و کدورت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے کیونکہ بضدہا تتبین الاشیاء [کیونکہ چیزیں اپنی ضد کے ساتھ پہچانی جاتی ہیں] — اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ مراقبہ میں ایک بہت بلند حال ظاہر ہوا، ایک بہت بڑی چیز کو اٹھا کر فقیر کے سامنے ڈال دیا گیا اس کے اوپر پردہ تھا، ۳۲۷

کہا گیا کہ یہ سب تیری نسبتیں ہیں پردہ کو اٹھایا گیا تو وہاں سے ایک نور بلند ہوا اس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا ایسا خیال آیا کہ (یہ) حقیقتِ قرآنی ہوگی (پھر) دوسرا پردہ پہلے پردہ سے زیادہ زینت والا ظاہر ہوا وہ پردہ بھی (اٹھا دیا گیا تو ایک نور وہاں سے)[1] بلند ہوا جو پہلے نور پر چھا گیا خیال ہوا کہ حقیقتِ صلوٰۃ ہوگی ۔ اس کے بعد دوسرا پردہ ظاہر ہوا جب اس کو بھی اٹھا دیا گیا تو ایک بہت بڑا نور ظاہر ہوا کہ جس نے مجھ کو اور تمام عالم کو احاطہ کر لیا، میں نے اپنے آپ کو بہت نور اور زینت کے ساتھ آراستہ دیکھا اس وقت میں خیال ہوا کہ (یہ) دائرہ خلت ہوگا اور اس وقت میں ایک اور حال ظاہر ہوا کہ یہ سابقہ انوار واحوال گویا نور میں لاشئ ہو گئے ہیں اور اپنے آپ کو بھی اس نور میں پایا تھا خیال آیا کہ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور محبوبیت یہی ہوگی"۔ میرے مخدوم! جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب بعید نورانی اور نہایت اعلیٰ ہے لیکن (یہ سب) مبشرات ہیں حق تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے اور گوش بآغوش میں پہنچائے، اتنا ہے کہ آپ کو ولایتِ ابراہیمی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پایا ہے اور اس وجہ سے مقامِ خلت کے ساتھ کچھ مناسبت حاصل ہے، اگر اس عجیب مقام سے کچھ نسبت حاصل کر لی ہو اور اس کے گلزاروں سے پھول چُن لئے ہوں تو کیا تعجب ہے۔ محبت جو کہ محبوبیت کا باعث ہے وہ بھی خلت کے شعبوں میں سے ہے جب یہ خلت غالب آجاتی ہے اور بیقراری کا نشہ پیدا کرتی ہے تو محبت سے موسوم ہوتی ہے نفسِ خلت سراسر اُنس والفت ہے، محبت ہے جو کہ خلت کے تمام افراد سے گرفتاری کے نشہ کے ساتھ ممتاز اور علیحدہ ہو گئی اور زمانہ کی عجیب چیز بن گئی ہے اور عجب اور ہی ثمرہ دیا ہے ؎

ازاں افیون کہ ساقی در مے افگند حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

[اس افیون کی وجہ سے جو کہ ساقی نے شراب میں ڈال دی ہم مشربوں کو نہ سر کا ہوش رہا ہے نہ پگڑی کا]

اے محبت کی نشانیوں والے اچھا ہے کہ حقیقتِ قرآنی تک پہنچنا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق سے عبور اور ان کے کمالات کے حصول کے بعد صورت پذیر ہوا اس لئے کہ انبیاء اور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والبرکات بھی مخلوق ہیں اور قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے پس اس کی حقیقت تک وصول ان حقائق سے گذرنے کے بعد ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ حاملینِ قرآن کی غیر حاملینِ قرآن پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے افضل ہے اور تمام کلاموں پر قرآن کی فضیلت ایسی ہے ۲۲۸ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اسکی تمام مخلوق پر ہے اور جو آپنے حال میں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابنا المومنین کو دیکھا ہے کہ ان کے انوار آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں اور تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں، مبارک ہے، حق سبحانہٗ ان کے انوار و برکات سے بہرہ مند کرے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

---

[1] غالباً کچھ الفاظ سہو کتابت سے رہ گئے ہیں جن کا ترجمہ اضافہ کیا گیا ہے، مترجم

مکتوب ۱۳۵

صوفی سعد اللہ کابلی کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال و اکمال کے مراتب تک ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب جو آپ نے اس مسکین کے نام موسوم کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے ملاقات کے شوق کا اظہار کیا تھا، دوستوں کو بھی مشتاق جانیں اور حدیث شریف وانا الیہم لاشد شوقا [اور میں ان کی طرف البتہ زیادہ شدید شوق رکھتا ہوں] پڑھیں۔ — یہ جو آپ نے حال میں دیکھا ہے کہ "بلند مقام انتہائی صفائی میں ظاہر ہوا ہے اور بعض دوستوں نے کچھ باتیں کہیں اور تم کہتے ہو کہ حقیقتِ قرآنی (جو) مجھ پر ظاہر ہوئی تھی اب خوب واضح ہو گئی اور پھر تم دوستوں سے کہتے ہو کہ دوسرا مقام میری نظر میں آیا تم نے اس کو دیکھا یا نہیں دیکھا دوستوں سے کچھ ہاں یا نہیں نہ نکلی اور نیز تم نے دیکھا ہے کہ گویا تمہارے چہرہ کو نقش کیا گیا تھا اور اُس پر حقیقتِ قرآنی کی مہر کردی گئی اور تم نے کوئی نسبت اپنے اوپر پائی تین روز تک وہی کیفیت رہی" میرے مخدوم! دونوں واقعے روشن اور اعلیٰ ہیں اور حصول کی استعداد کی خبر دینے والے ہیں، امیدوار ہیں کہ قوت سے فعل میں آئے اور گوش سے آغوش تک پہنچے ؎

می تواند کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول　　　آنکہ دُر ساختہ است قطرہ بارانی را

[وہ ذات کہ جس نے بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ میرے آنسوؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے]

آپ نے دوسرا حال لکھا تھا کہ "ایک عزیز ابلق (چتکبرا) گھوڑے پر سوار ہے مجھ کو بھی اپنے پیچھے سوار کر لیا ہے ہم ایک مجلس میں آئے ایک دیوار ظاہر ہوئی اور درمیان سے دو ٹکڑے ہو گئی، ایک بلند مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر دوسرا مقام ظاہر ہوا پھر اس مقام سے بلند تر مقام نظر آیا، کہا گیا کہ اس مقام میں کوئی حجاب نہیں رہا، میں اس کے سننے سے بیہوش ہو گیا میں دو تین گھڑی تک پڑا رہا اگرچہ لوگ جگاتے تھے لیکن ہوش میں نہیں آتا تھا ہوش میں آنے کے بعد میں نے اپنے اوپر عجیب حال مشاہدہ کیا تین روز تک مجھ پر یہ حالت رہی" اے سعادت آثار! ہو سکتا ہے کہ جس سوار نے تم کو ابلق گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھایا وہ تمہارا رہبر ہو جو کہ عالم معنی میں تمہارے سیر و سلوک کا ذمہ دار ہے اور ابلق گھوڑا ۲۲۹ روح کی سواری ہو جو کہ عالم چون و عالم بیچون کے درمیان برزخ ہے اور دونوں رنگ رکھتی ہے اور دیوار جو کہ دو ٹکڑے ہو گئی وہ تمہارا وجود بشری تھا جو کہ ظلمت و کدورت سے پُر ہے، حقیقت کا آفتاب

طلوع ہونے کے وقت ٹکڑے ہو کر الگ ہوگیا ہے اور ظلمت و کدورت سے جو کہ اس کا ذاتی (وصف) تھا چھٹکارا پالیا ہے، اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ ○ [بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے] — اور یہ جو دیوار کے دو ٹکڑے ہونے کے بعد بلند بلند مقام ظاہر ہوا ہو سکتا ہے کہ تمہارا مبدأ تعین ہو (جو کہ) اسم الٰہی کا ظل ہے اور یہ جو اس سے بلند تر دوسرا مقام ظاہر ہوا اسم الٰہی ہو جو کہ مبدأ تعین کی اصل اور اسم کلی ہے کہ مبدأ تعین اس کلی کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے اور تیسرا مقام جو کہ سابقہ مقام سے بلند تر نظر آیا شانِ ذاتی ہو جو کہ اس کلی کی اصل ہے اور ذات تعالیٰ و تقدس میں محض اعتبار ہے اور چونکہ شان اور ذات کے درمیان اسم کے سوا پردہ نہیں ہے اس لئے آپ نے سنا کہ حجاب نہیں رہا، یہاں ایک نکتہ ہے، جاننا چاہئے کہ بیہوشی حجاب چاہتی ہے جب حجاب بالکل اٹھ جائے تو بیہوشی نہیں رہتی۔ ع

تو عینِ ذات می نگری در تبسمی [تو مسکراتے ہوئے عین ذات کو دیکھتا ہے]

آپ نے لکھا تھا کہ میں حلقہ میں بیٹھا تھا کہ صاحبزادۂ گرامی فرماتے ہیں اکثر دوستوں نے مقام بنی اسرائیل سے عروج کیا، پھر فرمایا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے دوستوں نے اس سے عروج کیا، آپ لکھیں کہ عرش کے اوپر کونسا مقام ہے" میرے مخدوم! یہ سوال اس شخص سے کرنا چاہئے کہ جس نے اس واردات کی خبر دی ہے، بہرحال ہم کہتے ہیں کہ عرش کے اوپر جو کہ لامکانیت کے ساتھ موصوف ہے عالمِ ارواح کا مقام ہے اور عالمِ ارواح مکانی و لامکانی کے درمیان برزخ ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اس عالم میں قلب و روح و سر و خفی و اخفیٰ پانچ لطیفے ہیں اور ان پانچوں میں سے ہر ایک لطیفہ ایک عالم ہے جو اس عالم سے جو کہ عرش سے نیچے ہے کئی گنا زیادہ ہے اور دائرۂ امکان ان پانچوں لطیفوں پر منتہی ہو جاتا ہے اور سالک ان پانچوں لطائف کے طے کرنے پر فنا کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے اس کے بعد کمالاتِ الٰہی جل شانہ میں شروع ہوتا ہے جو کہ بقا کا مقام ہے اور اس سیر کی انتہا کو علام الغیوب تعالیٰ شانہ جانتا ہے اور یہ جو کہا ہے کہ انھوں نے مقام بنی اسرائیل سے عروج کیا، ہو سکتا ہے کہ مقام بنی اسرائیل مقام سر و خفی سے کنایہ ہو کیونکہ بنی اسرائیل دو اولوالعزم پیغمبر دلی حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہما الصلوات والسلام کے تابع ہیں اور یہ دونوں لطیفوں کو ان دونوں پیغمبروں علیہما السلام کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، ولایت موسوی سر کی ولایت ہے اور ولایتِ عیسوی خفی کی ولایت ہے اور ان دونوں ولایتوں سے گذرنے کے بعد اخفیٰ کا مقام ہے منہ ۳۲

جو کہ ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اخفیٰ کی ولایت ہے اور جو اس کے بعد کہا کہ عرش کے اوپر ایک مقام ہے انھوں نے اس سے عروج کیا ان دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہوا کیونکہ یہ دونوں ولایتیں بھی جو کہ مقام بنی اسرائیل سے کنایہ ہیں عرش کے اوپر ہیں اور ان سے عروج ممکن بلکہ واقع ہے والسلام اولاً وآخراً۔

مکتوب ۱۳۶

خواجہ محمد شریف بخاری کے نام تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کمال واکمال (کامل ہونے اور کامل کرنے) کے اعلیٰ مرتبہ پر ترقی عطا فرمائے۔ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا چونکہ اعلیٰ کیفیات پر مشتمل تھا خوشی میں اضافہ کیا۔ آپ نے لکھا تھا کہ "ستائیسویں شب کو تراویح میں قرآن مجید کا ختم سن رہا تھا کہ عظیم فیض و برکات نازل ہوئے، انھوں نے وجودِ بشری کو پوری طرح خالی کر دیا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اسقدر فیض و برکات نازل ہوئے کہ تمام خالی جسم کو بھر دیا احاطہ میں نہیں سماتے تھے، اتنا جانتا ہوں کہ جس وقت انوار کا ظہور ہوا تو انھوں نے بائیں جانب سے شروع کیا میں جسقدر گہری نظر سے دیکھتا تھا نورِ محض کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا اُس نور نے آفتاب کے طلوع ہونے کی مانند عالم کو احاطہ کر لیا" میرے مخدوم! اس جگہ کے بعض درویشوں نے بھی اسی رات میں عجیب چیزیں مشاہدہ کیں اور اس رات کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوئے اور ترقیات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ بھی فیضیاب ہوئے اور انوارِ تجلی کے پرتو میں محو و مستہلک ہو گئے ؎

بلے ہر جا شود مہر آشکارا سُہا را جز نہاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج ظاہر ہو جائے سہا (ایک ستارہ کا نام) چھپ جانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے]

جمالِ احدیت کا طلوع صفاتِ بشریت کو فنا کرنے والا ہے اذا تجلی اللہ بشیٔ خضع لہ [جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی نازل فرماتا ہے تو وہ اس کے لئے جھک جاتی ہے] اور پھر آپ نے اُن انوار کے ساتھ بقا حاصل کی اور عدم (فنائیت) کے بعد آپ وجودِ موہوب کے ساتھ متحقق ہو گئے اور اُسی نور نے عالم کو احاطہ کر لیا۔

ع شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم [شکرانہ ادا کر کہ تیرا خوں بہا میں ہوں]

اس معنی کی تائید کرنے والا وہ مضمون ہے جو کہ اس آیت کریمہ میں ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا ع ۲۳
لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ [کیا ایسا نہیں کہ وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنایا اور ہم نے اس کو ایک ایسا پ۸ ۱۲۲

(یعنی ایمان) دیدیا کہ جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے] ـــ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ (حدیث مبارکہ) الحق ینطلق علی لسان عمر [حق عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر جاری ہوتا ہے] اس بات کی علامت ہے اور (آیتِ مبارکہ) کَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا [کیا اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جس کی صفت یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے جن سے وہ نکلنے والا نہیں ہے] ابو جہل لعین کے بارے میں ہے۔ الحمد للہ سبحانہ کہ آپ نے ابو جہل کی ظلمتوں سے نکل کر انوارِ فاروقی کا سہارا پکڑا ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۳۷

شیخ جنید جشتی کے نام ان کے احوال کی تعبیر اور ضروری نصائح مذکر لطائف عشرہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(یہ فقیر) حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ نے جو مکتوب محبت کے طور پر بھیجا تھا اُس نے خوش وقت کیا۔ آپ نے جو یہ حال دیکھا (اور) لکھا ہے کہ "حضرت گنج شکرؒ نے تمہارے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول فرمائے اور تیرے گناہوں کو بخش دے اور تم کو گود میں لیا ہے اور ملاقات کا سبب پوچھا ہے اور تم نے ان سے کچھ چیزوں کی درخواست کی ہے اور انھوں نے حکیمانہ طریقے سے جواب دیا ہے تم کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے ہیں اور تم ان کے گرد سات چکر لگا کر آں علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کے قدموں میں گر پڑے ہو اور انھوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دستِ مبارک کو تمہارے سر پر ملا ہے اور تم نے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی چند چیزوں کی درخواست کی ہے انھوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی جواب پردہ (کنایہ) میں دیا ہے" سب نیک و مبارک ہے، اپنے کام میں لگے رہیں اور ہر روز ترقی کے طالب رہیں اور آپ نے اُسی حال میں جو کچھ جہت کے قاضی کے بارے میں التماس کی ہے اور کہا ہے کہ نیک ہے اور نہایت سخی ہے آنسرور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ سخاوت کو پسند کرتا ہے پھر آپ نے قاضی مذکور کے بارے میں دعا کی اور اس کے لئے دین و دنیا کی دلجمعی طلب کی، آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے اسلام اور احکام شریعت کی عمدہ طریقے پر تعمیل کی اس کے لئے دین و دنیا واجب ہوگئی۔" یہ دونوں اس قاضی کے لئے بڑی بشارتیں ہیں اور ان کی استقامت احکام شرعیہ کے بجالانے اور حسنِ اسلام پر موجب ہیں اگر وہ ایسا کرے دین و دنیا دونوں اس کی

ملکیت ہیں، اللہ تعالیٰ قاضی کو جزائے خیر دے اور دونوں جہان کی ترقیات سے نوازے کہ آپ جیسے درویشوں کی دلجوئی خدائے جل وعلا کے لئے کرتا ہے ـــــ آپ نے مشار الیہ کے بارے میں فاتحہ کی درخواست
۲۳۲ کی تھی، پڑھی گئی، امید ہے کہ نتیجہ بخش ہوگی ـــــ اور یہ جو آپ نے سابقہ مکتوب میں لکھا تھا کہ (راقم) نفی اثبات کے ذکر میں مشغول ہے پچیس ۲۵ مرتبہ تک تکلف کے ساتھ کہتا ہے اور کبھی کبھی (بے تکلف) بھی کہا جاتا ہے۔ میرے مخدوم! جس قدر تکلف و تشویش کے بغیر کہا جائے کہیں، کمیت (تعداد) سے کیفیت اور حصولِ اثر کی طرف زیادہ مشغول ہوں جو کہ ما سوا کی نفی ہونا ہے کیونکہ نفی کرنے کا نتیجہ نفی ہونا ہے اسقدر ہے کہ ذکر کہنے میں دیر کریں تہیں جلدی جلدی کہیں اور تیزی کے ساتھ خیال کریں، خیال ایک لمحہ میں زمین سے سات آسمانوں تک پہنچ جاتا ہے اس صورت میں سہولت کے ساتھ بہت زیادہ کہا جاتا ہے۔ بعض دوست ایک سانس میں ہزاروں تک پہنچاتے ہیں لیکن مدار کیفیت اور اثر کے حاصل کرنے پر ہے۔ دیگر آپ نے ذکر کے وقت خطرۂ قلب کے دور ہونے کے بارے میں لکھا تھا، آپ جان لیں کہ ہر وقت اور ہر حال کہ جس میں خطرہ نہ آئے ایک نعمت ہے خاص طور پر ذکر کے وقت بہت بڑی نعمت ہے لیکن فنائے قلب میں معتبر یہ ہے کہ خطرہ مطلق طور پر تمام اوقات میں دل سے دور ہو جائے اور ما سوا کو اس حد تک بھلا دے کہ اگر تکلف کے ساتھ ما سوا کو دل میں لائے اور سالہا سال تک ما سوا کو یاد کرے تو یاد نہ آئے، اس نسیان کی وجہ سے جو کہ دل کو ما سوا سے حاصل ہوا ہے خوشی و غم و فکر و اندیشہ کچھ دل تک نہ پہنچے مستہلک کو کیا خبر اور مستغرق کو کیا شعور ـــــ

آپ نے پوچھا تھا کہ "نفس کیا چیز ہے جو کہ یہ سب صفات یعنی امارہ و لوامہ و ملہمہ و راضیہ و مرضیہ رکھتا ہے اور بزرگوں نے کہا ہے کہ نفس کو مارنا چاہئے، نفس کو مارنے کے بعد کیا چیز باقی رہتی ہے کہ (جس سے) آدمی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو کیونکہ معرفت نفس سے تعلق رکھتی ہے اور روح و نفس متحد ہیں یا نہیں اور دونوں جانب پر بزرگوں نے شبہات (قائم) کئے ہیں، و من عرف نفسہ فقد عرف ربہ [اور جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو ضرور اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] اس سے مراد نفس کا پہچاننا ہے یا نفس کا مرنا۔" آپ جان لیں کہ آدمی دس لطیفوں سے مرکب ہے پانچ لطیفے عالمِ خلق سے اور پانچ عالمِ امر سے ہیں ان لطیفوں میں سے ایک نفس ہے اور نفس عالمِ خلق سے شمار کیا گیا ہے اور لطیفۂ روح عالمِ امر سے، پس (یہ) دونوں لطیفے مختلف ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تمام لطائف کی طرح جدا معاملہ ہے اور ہر ایک کی ولایت و سیر و سلوک جدا ہے اور جس کسی نے متحد کہا ہے وہ کام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اور نفس امارگی کی حالت میں بھی اور اطمینان کی حالت

میں بھی لطائف کا سردار ہے اور لفظ انا سے بھی ہر شخص کی مراد وہی ہے اور وہ بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور انانیت (میں پن) وخودی ورفعت پسندی اور تکبر کرنا اس کی ذات میں ودیعت ہیں اور وہ برائی اور بدکاری کی طرف بہت ہی زیادہ امر کرنے والا ہے حدیث قدسی میں آیا ہے عاد نفسک فانھا انتصبت بمعاداتی [تو اپنے نفس سے دشمنی کر پس بیشک وہ میری دشمنی پر کمربستہ ہے] صوفیائے کرام کے طریقہ پر چلنا اور اہل اللہ کی خدمت کرنا اس (نفس) کی اصلاح اور اُسے مطیع کرنے کے لئے ہے جب ص ۲۳۳ اللہ جل شانہٗ کے فضل سے نفس اپنی صفاتِ رذیلہ سے خالی ہونے لگتا ہے اور اسلام (فرمانبرداری) قبول کر لیتا ہے تو لوامہ ہو جاتا ہے اس کے بعد ملہمہ پھر بتدریج فنائے کامل و بقائے اکمل کے واسطے سے مطمئنہ ہو جاتا ہے اس وقت وہ اپنے مولا اللہ تعالیٰ سے راضی اور مولا اس سے راضی ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جہل مرکب سے جو کہ وہ رکھتا تھا نکل کر اللہ جل شانہٗ کی معرفت و قرب تک پہنچ جاتا ہے پس یہ سب نفس کی صفات ہیں جو کہ اس پر بدلتی ہیں اور نفس کا مارنا اور اُس کا مر جانا اس کا صفاتِ رذیلہ سے نکل جانا ہے پس وہی نفس ہے جو کہ بُعد و دُوری کے بعد قرب و معرفت سے مشرف ہو جاتا ہے اور یہ جو وارد ہوا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] (اس سے) مراد نفس کا پہچاننا ہے اور نفس سے مراد ذاتِ انسان ہے جو کہ دس لطائف سے مرکب ہے اور ہو سکتا ہے کہ لطیفۂ نفس (مراد) ہو جو کہ انسان میں عمدہ ہے یعنی جس شخص نے اپنے آپ کو یا اپنے لطیفۂ نفس کو اس کی عدمیتِ ذاتی کے عنوان کے ساتھ پہچان لیا یعنی (یہ کہ) اس کی ذات عدم ہے اور کمالاتِ وجودی اس میں عارضی اور مرتبۂ وجوب سے استفادہ کئے ہوئے ہیں اور اس تعالیٰ شانہٗ کی صفات و کمالات کے ظلال ہیں پس جس شخص نے اپنے آپ کو ظلیت کی صفت کے ساتھ (اور) اصل کو اصالت کے عنوان کے ساتھ پہچانا وہ ظل سے اصل کی طرف دوڑا (اور) اُس نے معرفت کی طرف راستہ پایا کیونکہ ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے اسوقت وہ انسانی کمال کو پہنچا اور جو کچھ اس کی پیدائش سے مقصود تھا اس نے دیکھ لیا۔ مولوی (رومی) قدس سرہٗ کا شعر ہے ؎

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی　　فارغی گر مُردی و گر زیستی

[جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا ظل ہے تو خواہ تو مردہ ہو یا زندہ ہو تو بے فکر ہے]

ہو سکتا ہے کہ من عرف نفسہ سے مراد نفس کا مرنا ہو یعنی جو شخص کہ اپنے نفس کو فنائے حقیقی کے ساتھ فانی کر دیتا ہے وہ حق جل و علا کی معرفت کو پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ معروف میں فنا ہونا ہی معرفت ہے۔

آپ نے پوچھا تھا کہ شرع شریف میں بندہ کو فاعلِ مختار کہا گیا ہے اور حالانکہ نصوص

(آیات) واحادیث میں آیا ہے: مَنْ یَّهْدِی اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ [جس
شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے تو اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے تو اس کو
ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے] یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا [اس کے ساتھ بہت سے لوگ گمراہ پ۱ ۲۶
ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت لوگ ہدایت پاتے ہیں]، ایمان رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں
کے درمیان ہے اور اس یا قدر خیر وشر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اُس ذات کی قسم ہے جس کے
سوا کوئی معبود نہیں کہ بیشک تم میں سے کوئی شخص ضرور اہلِ جنت کے عمل کے مطابق عمل کریگا یہاں تک
کہ اس کے اور اُس (جنت) کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے گا پھر اس پر کتاب (نوشتۂ تقدیر)
سبقت کرے گی تو وہ اہلِ جنت کے مطابق عمل کرے گا اور اس میں داخل ہوگا"۔

میں کہتا ہوں کہ سوال کا حاصل یہ ہے کہ اہلِ شرع بندہ کے لئے اختیار کو ثابت کرتے ہیں اور
یہ آیات واحادیث اس کے خلاف حکم کرتی ہیں اور اختیار کا سلب ہونا ظاہر کرتی ہیں اس لئے باہم تضاد ۲۳۲
ثابت ہوا۔ جواب کوئی تضاد نہیں ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ شک نہیں کہ ہدایت دینا اور
گمراہ کرنا خاص اُس تعالیٰ شانہٗ کا فعل ہے، خیر وشر، ایمان وکفر، طاعات ومعاصی میں سے جو کچھ بھی
ہے سب اس سبحانہٗ کے ارادہ کی تقدیر سے ہے جیسا کہ آیات واحادیث اس پر دلیل ہیں اور وَاللّٰهُ
خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ [اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا] کی دلیل سے بندہ کے افعال پ۲۳ ۹۶
کا خالق حق جل وعلا ہے نہ کہ بندہ جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے اور وہ گمراہی کے بیابان میں (سرگردان)
رہ گئے ہیں، اور نیز ہم بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور نہیں ہے جیسا کہ جبریہ نے کہا ہے
اور وہ گمراہ ہوگئے ہیں کیونکہ حرکت برائے گرفت اور حرکتِ رعشہ میں فرق ضروری ہے (کہ پہلی اختیاری
اور دوسری غیر اختیاری ہے) اور مکلف بنانے اور دائمی ابدی عذاب دینے کا حکم جبر (مجبور ہونے) کی نفی
کرتا ہے اس کے باوجود کہ حق تعالیٰ نے عذاب وثواب کو بندوں کے عمل کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے
اور فرمایا ہے جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ [یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے] پس معلوم ہوا کہ بندہ کو اپنے فعل میں پ۲۷ ۲۴
کچھ دخل ہے اور اس کو کسب کہتے ہیں اگرچہ فعل کا پیدا کرنا حق تعالیٰ (کی طرف) سے ہے، بندہ کو ارادہ
واختیار دیا گیا ہے لیکن بندہ کو اس کے ارادہ کے ساتھ آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے (بلکہ احکام شرعیہ کا
مکلف بنایا گیا ہے) مکلف بنانے اور عذاب وثواب دینے کا مدار اسی ارادہ کے استعمال پر ہے بندہ
کے ارادہ کو استعمال کرنے کے بعد فعل کی پیدائش حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس (مذکورہ) آیات
احادیث (افعال کی) پیدائش کے اعتبار سے ہیں اور اہلِ شرع کا قول کسب کے اعتبار سے ہے جبکہ

ارادہ کے استعمال سے عبارت ہے۔ اگر لوگ یہ کہیں کہ حق سبحانہٗ نے ازل میں علمِ قدیم سے جان لیا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت میں طاعت و معصیت کا فلاں کام کریگا تو چاہئے کہ اس شخص سے وہ کام ضرور وقوع میں آئے اور وہ مجبور ہو کیونکہ اگر وقوع میں نہ آئے تو اللہ عزوجل کا علم جہل میں بدل جائے اور یہ محال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ علم وقوع کے تابع ہے (علم نے) وقوعِ ازلی کے مطابق اس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے اور یہ اختیار کے منافی نہیں ہے، اگر کہیں کہ طاعت و معصیت سب ازلی تقدیر و ارادہ سے ہے تو پھر اختیار کہاں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ازل میں تقدیر و ارادہ (الٰہی) اس طرح جاری ہوا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے یہ کام کریگا یہ اختیار کو ثابت کرنے والا ہے نہ کہ اس کی نفی کرنے والا، اتنا ہے کہ یہ اختیار اس سے وقوع میں آنا چاہئے تاکہ تقدیر ازلی کے خلاف واقع نہ ہو جیسا کہ حدیث فیسبق علیہ الکتاب فیعمل الخ [پس کتاب (نوشتۂ تقدیر) اس پر سبقت کرتی ہے پس وہ عمل کرتا ہے الخ] اس معنی پر دلالت کرتی ہے یعنی ارادہ قدیمہ اس (بندہ) کے اختیار کے ساتھ اس (بندہ) پر سبقت کرتا ہے الخ، اور یہ جواب پہلے سوال کا جواب ہے جو کہ علمِ
۲۳۵ قدیم سے متعلق تھا، یہ ہے اس مقام میں کلام کی غایت اور غیب کا علم العزیز العلام (اللہ تعالیٰ) کو ہے۔

میرے مخدوم! قضا و قدر کا مسئلہ دقیق مسائل میں سے ہے ہر شخص کی سمجھ اس مسئلہ تک نہیں پہنچتی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت کو جیسی کہ ہے حضرت علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) ہی بہتر جانتا ہے مجمل طور پر اسقدر ایمان لانا چاہئے کہ اس (بندہ) کی قدر خیر و شر اللہ تعالیٰ (کی طرف) سے ہے اور لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اگر (وہ اعمال) خیر ہیں تو (بدلہ) خیر ہوگا اور اگر شر ہیں تو (بدلہ) شر ہوگا۔ اس پر ہمیں زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے علم کو حق سبحانہٗ کے سپرد کرنا چاہئے اور اس کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے، اگر ایسا نہ کرے تو بندہ سرکش ہوگا اور مختلف قسم کی سزاؤں کا مستحق ہوگا۔ ہم بدیہی طور پر اور اپنے وجدان سے یہ پاتے ہیں کہ ہم کو اسقدر قدرت دی ہے کہ اوامر و نواہی کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے
ہیں اور گناہ کو بغاوت و سرکشی سمجھتے ہیں، رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ ع ۱۸ ۱۰

مکتوب ۱۳۸

حاجی سلیم بلخی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ العلی الاعلیٰ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الوریٰ امام التقیٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ البررۃ التقی،

مکتوبِ مرغوب جو کہ آپ نے حاجی احمد ترک کے ہمراہ اس مسکین کے نام ارسال کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے آتشِ شوق کی شدت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا، اللہ تعالیٰ اس آگ کو مشتعل کرے اور محبت کے شعلے کو سربلند کرے تاکہ آفاق و انفس سے پوری طرح رہا کردے اور ذات و صفات کی اقربیت تک پہنچادے ـــ آپ نے لکھا تھا کہ "ایک مدت ہوئی کہ ہم یک رنگی کے سمندر میں مستغرق ہو گئے ہیں جو کہ بےرنگ ہے اور تمام موجودات اس میں مثل حباب ظاہر ہوتی ہیں، اُس تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہِ قدس بے پایاں سمندر ہے کہ تمام اشیاء اس میں فانی ہیں ان سب کا دیکھنا اور سننا اسی سے ہے کوئی دوسرا نظر میں نہیں آتا"۔ میرے مخدوم! یہ حال اعلیٰ ہے اور جمع کے مقام سے پیدا ہوا ہے، اس عنایت کا شکریہ بجالائیں اور ہمت کو بلند رکھیں اور جمع سے فرق بعد الجمع تک آئیں تاکہ مخلوق کو حق (تعالیٰ) سے جدا دیکھیں اور حادث کو قدیم سے جدا پائیں ظل سے اصل کی طرف آئیں بلکہ اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیں اور شہود سے غیب کی طرف جائیں، احوال لکھتے رہیں اور دوستوں کو ایمان کی سلامتی کی دعا کے ساتھ یاد رکھیں، اوقات کو ذکر و فکر کے ساتھ آباد رکھیں، کمرِ ہمت کو طاعات و عبادات کے معمولات کی ادائیگی میں چست باندھیں، اور قبر و قیامت کا زادِ راہ تیار کریں، اندھیری راتوں کو گریہ و استغفار سے منور رکھیں اور اس تھوڑی فرصت (عمر) میں مولائے حقیقی کو راضی کریں، طالبوں کی طرف توجہ سے دریغ نہ رکھیں اور ان کی ترقیات کے خواہاں رہیں لیکن اُن کے آنے سے ڈرتے اور کانپتے رہیں ایسا نہ ہو کہ اس ضمن میں اس شخص (آپ) کی خرابی چاہی گئی ہو، بارگاہِ قدس میں التجا و آہ و زاری کرتے رہیں اور خود بینی و غرور سے پناہ چاہیں۔ ۲۳۶
والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۳۹

شیخ بایزید سہارنپوری کے نام اُن کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت کے ساتھ ہیں اور جمعی کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں اور حالات قابلِ اطمینان ہیں۔ آپ نے جو قرآن مجید حفظ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے مبارک ہے، حق سبحانہٗ تکمیل کو پہنچائے اور اس کے فیوض و برکات سے بہرہ مند کرے، حفظ کرنے میں آیات کا جس قدر تکرار کرتے ہیں تلاوت میں داخل ہے ـــ آپ نے لکھا تھا کہ لذت یابی و شوق و جمعی گویا تلاوت میں

محدود ہو گئی ہے۔ ذکرِ نفی و اثبات اتنی لذت نہیں دیتا لیکن چونکہ ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہر روز پانچ چھ ہزار بار کہہ لیتا ہوں "میرے مخدوم! کلام مجید کی تلاوت کیوں لذت نہ بخشے اور شوق کو زیادہ نہ کرے جبکہ قرآن اس تعالیٰ شانہٗ کی حقیقی صفت ہے کہ جس نے پردۂ غیب سے تختِ ظہور پر جلوہ فرمایا ہے اور ہجرت زدہ مشتاقوں کو وصال کی بُو عطا فرما کر الا من اشتاق الی اللہ فلیستمع کلام اللہ [آگاہ ہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف اشتیاق رکھتا ہے پس اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سُنے] کی خوشخبری کے ساتھ اور من اراد ان یحدث ربہ فلیقرأ کلام اللہ [جو شخص اپنے رب سے بات کرنے کا خواہاں ہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھے] کے مژدہ کے ساتھ بشارت دی گئی ہے صفت سے موصوف کی طرف راہ ہے اور کلام کو متکلم سے جدائی نہیں ہے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لبوں کو بوسہ دے لوں]

اور کلمۂ نفی و اثبات جو کہ کلمۂ توحید ہے دوسرے فائدے رکھتا ہے باطن کو پاک کرتا ہے اور متفرق تعلقات کا جو کہ بشریت کے لوازم سے ہیں ازالہ کرتا ہے بلکہ وجودِ بشریت کو جڑ سے اکھاڑتا ہے اور فنا تک پہنچاتا ہے اور بقا تک رہنمائی کرتا ہے اور ظل سے اصل تک لیجاتا ہے اور اصل سے دوسری اصل تک اور اس اصل سے تیسری، چوتھی اور پانچویں اصل تک (اور) الی ماشاء اللہ (جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے) متحقق کر دیتا ہے۔ ۲۳۷

اور آپ نے مطلوب کی عظمت و کبریائی کے متعلق اور اپنی بے استعدادی و ناامیدی و عاجزی و حیرت کے بارے میں لکھا تھا واضح ہو بیشک ممکن واجب سے کیا پائے اور مقید سے مطلق کو پانے کی استعداد کہاں سے لائے جہاں تک بھی جائے قید سے رہائی نہیں پاتا اور امکان کے داغ سے داغدار ہے ما بالذات لا ینفک عن الذات [جو ذات کے ساتھ ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتا ہے] قرب و وصل کے لئے مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے اور ہم جس کے درپے ہیں وہ تمام مفقود ہے پس ناامیدی ہر حال میں نقدِ وقت ہو گی اور عاجزی و نادانی حاصل (ہو گی)، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہمہ صبحِ وصل جویاں من و شام ناامیدی کہ سیاہ بخت ہجرم شبِ من سحر ندارد

[سب لوگ وصل کی صبح کو تلاش کرتے ہیں (لیکن) میں ہوں اور ناامیدی کی شام ہے کیونکہ میں ہجرت کا مارا ہوا سیاہ بخت ہوں میری رات صبح نہیں رکھتی]۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الھدیٰ۔

❊ ❊

❊

مکتوب ۱۴۰

حضرت ایشاں (عروۃ الوثقیٰ) کے برادر زادہ شیخ خلیل اللہ کے نام قُربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ فرزندِ اعز شیخ خلیل اللہ استقامت کے ساتھ رہیں اور ہمیشہ ترقی میں ہوں، چند سطریں قربِ فرائض و قربِ نوافل کے بیان اور بعض شبہات کے حل میں جو کہ اس مقام میں کھٹکتے تھے لکھی جاتی ہیں، ہوش کے کان سے سُنیں، حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ دشمنی کی تو میں اُس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں اور میرا بندہ میری طرف اور کسی چیز سے قرب حاصل نہیں کرتا جو اس چیز سے زیادہ محبوب ہو جس کو میں نے اس پر فرض کیا ہے اور بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔ اس کو امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ صوفیائے کرام جنھوں نے کہ اذکار و اشغال اختیار کئے ہیں اور ریاضتوں اور چلّوں کو انتخاب کیا ہے اور ترقیوں کے حصول اور مقامات و معرفت و فنا و بقا تک پہنچنے کو اس سے وابستہ کیا ہے اور طالبوں کی تربیت اور مریدوں کو سلوک طے کرانا ان امور کے ذریعہ کرتے ہیں اور ان کے
ص ۲۳۸ ساتھ وابستہ تصور کرتے ہیں اور اسی طرح توجہات جو کہ وہ مریدوں پر کرتے ہیں اور صحبت کی ترغیب اور آداب کی رعایت پر شوق دلاتے ہیں اور انھوں نے کام کا مدار ان امور پر رکھا ہے یہ سب نوافل کی قسم سے ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کے طریقہ کا اختیار کرنا اور پیرومرشد کی طلب جو قرب و وصل کا ذریعہ ہے یہ بھی نوافل کے دائرہ میں داخل ہے پس مقامات کا حاصل ہونا اور معرفت کے درجات تک پہنچنا نوافل پر موقوف ہے نہ کہ فرائض پر، کیا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص مذکورہ امور کو بجالائے بغیر محض فرائض کے ادا کرنے سے قرب و معرفت کو پہنچا ہو ورنہ چاہیے کہ عوام بھی جو کہ فرائض کے ساتھ توفیق دیئے گئے ہیں عارفین و مقربین ہوں حالانکہ حدیثِ قدسی اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ

محبوب ترین اعمال جو قرب بخشتے ہیں فرائض ہیں پس جو قرب کہ فرائض پر مرتب ہوگا وہ قرب نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہوگا اور صوفیہ کے طریقہ پر چلنے اور ان کے اذکار و اشغال کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ شک نہیں ہے کہ قربِ فرائض قرب نوافل سے زیادہ کامل و مکمل ہے لیکن فرائض اس وقت قرب بخشتے اور ترقیات کا پھل دیتے ہیں جبکہ مذکورہ امور بجا لائے جائیں ورنہ فرائض ابرار کے اعمال میں داخل ہوں گے نہ کہ مقربین کے اعمال میں پس ان نوافل کا ادا کرنا قربِ فرائض کے ظہور کے لئے شرط ہوگا جیسا کہ وضو نماز کے لئے (شرط ہے) جبتک اذکار و اوراد اور ظاہری پیر کو اختیار کرنا اور اس کے آداب کی رعایت وغیرہ جو کہ سلوک کے راستہ میں ضروری ہیں نہ بجالائے اور باطن کی پاکی ان کے وسیلے سے حاصل نہ ہو جائے قربِ فرائض کی لیاقت پیدا نہیں کرتا اور ولایتِ خاصہ سے مشرف نہیں ہوتا، اگر کہا جائے کہ طہارتِ باطن فنا کے ساتھ وابستہ ہے اور اس گروہ کے نزدیک قربِ نوافل فنا کرنے والا نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کمالِ طہارت جو کہ ماسوا سے کلّی انقطاع ہے اگرچہ فنا سے وابستہ ہے لیکن اس کے مبادیات جو کہ تعلقات کا منقطع کرنا ہیں ان نوافل کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس قطعِ تعلقات کو سلوک کہتے ہیں اور سیر الی اللہ سے موسوم کرتے ہیں اور جب سیر الی اللہ آخری نقطہ تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ماسوا کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے تو فنا حاصل ہو جاتی ہے اور سیر فی اللہ کہ جس کو جذبہ کہتے ہیں کی ابتدا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ ولایت میں پہلا قدم رکھتا ہے اگر کہا جائے کہ وہ اونچے کمالات کا حصول اور ولایت کے درجات اور قرب کے دقائق میں ترقی بھی اعمالِ صالحہ یعنی کلمۂ طیبہ و تلاوتِ قرآن وغیرہ کے بجالانے سے وابستہ ہے جو کہ نفلی اعمال میں سے ہیں پس ان اعمال کا کمال سیر الی اللہ تک پہنچنے پر ختم نہیں ہو جاتا، یہی کلمۂ طیبہ ہے کہ جس کے توسط سے اصول کو طے کرتے ہیں اور ایک اصل سے دوسری اصل تک اور وہاں سے اوپر تک ترقی کرتے ہیں اور ولایتِ صغریٰ سے ولایتِ کبریٰ تک اور ولایتِ کبریٰ سے ولایتِ علیا تک ترقی کرتے ہیں۔" ہم کہتے ہیں کہ یہ اذکار و اعمال ولایت کے درجات کے لئے تمہیدات و مبادیات ہیں پس یہ اذکار جیسا کہ نفسِ ولایت کے لئے تمہیدات ہیں درجاتِ ولایت کے لئے بھی مبادیات و تمہیدات ہیں۔ نیز یہ سوال کہ "ولایت محض وہبی چیز ہے اور اس کے مبادیات کسبی ہیں جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے پس فنا و بقا کہ ولایت جس سے عبارت ہے وہبی چیز ہوگی اس لئے فرائض و نوافل دونوں مبادیات میں داخل ہوں گے کیونکہ کسبی امور ہیں اس صورت میں قربِ فرائض کو فنا کرنے والا کہنا کس اعتبار سے ہوگا اور اگر اس اعتبار سے کہیں کہ اس عطیۂ الٰہی کا پھل دینے والے ہیں تو دونوں قربوں کے درمیان کیا فرق ہوگا کیونکہ قربِ نوافل ۲۳۹

جوکہ مبادیات سے ہے اس عطیۂ الٰہی کا پھل دینے والا ہے۔ جواب: نوافل مقدماتِ بعیدہ سے ہیں اور فرائض مقدماتِ قریبہ سے ہیں' وہ (نوافل) موانع کے دور کرنے کی مانند ہیں کہ تعلقات کو قطع کرتا ہے اور یہ (فرائض) ولایت کے حصول کا ذریعہ ہیں جوکہ عطیۂ الٰہی ہے یعنی اُن (فرائض) کے بعد (متصل ولایت حاصل ہوتی ہے) یہ (نوافل) استطاعت کی مانند ہیں جوکہ فعل سے پہلے ہے اور یہ (فرائض) اس استطاعت کی مانند ہیں جو فعل کے متصل ہے۔

مکتوب ۱۴۱

شیخ محمد باقر لاہوری کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت کا سبب ہوا' اس میں مندرج تھا کہ اس زمانہ میں اپنے وجدان سے ایسا پاتا ہے کہ اسم الباطن مثلاً علیم و قدیر کی سیر میں ابتدا واقع ہوئی اور قلب کو ایک وسعت حاصل ہوئی ہے" میرے مخدوم! جواب لکھتے وقت اس معاملہ میں کچھ توجہ کی گئی اس کے ساتھ آپ کی کچھ مناسبت پائی' آپ کے عروج کا قصد دیکھا کہ آپ نے اس اسم کے ساتھ کچھ اتصال پیدا کرلیا ہے اور اُس ولایت تک جوکہ ولایتِ علیا ہے کچھ وصول حاصل ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ اس ولایت سے جوکہ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے کامل حصہ عطا فرمائے یہ مقام اگرچہ ولایت کا اعلیٰ مقام ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت پر فوقیت رکھتا ہے اور اُن (انبیائے کرام) کی افضلیت نبوت کے راستہ سے ہے اور قلب کی وسعت اس مقام میں اس وسعت سے زیادہ ہے جوکہ سابقہ مقام میں تھی کیونکہ وہ وسعت ذات کو ملحوظ رکھے بغیر اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کی وسعت کے مطابق ہے اور اس وسعت میں ذات تعالیٰ ان کمالات کے ساتھ ملحوظ ہے' ان دونوں وسعتوں میں بہت فرق ہے اسماء و صفات کو ذات تعالیٰ کے بالمقابل کیا نسبت اور کیا شمار ہے۔ یہ جو آپ نے کبھی کبھی اپنے اعضا کو فقیر کے اعضا کا ظل پایا (فقیر سے) آپ کی کامل مناسبت کی خبر دینے والا ہے' والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۴۲

شیخ ولی جہنی کے نام ان کے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ادیہ فقیر حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچ کر مسرت بخش ہوا
آپ نے نماز کے اندر بدن میں ذکر سرایت کرنے کی بابت لکھا تھا بہت خوب ہے اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں
ہمت اس بات پر صرف کریں کہ ذکر سے مذکور تک پہنچ جائیں اور وسائل سے مقصد کی جستجو کریں ۔۔ آپ نے
لکھا تھا کہ میں جمعہ کی راتوں میں سوتا نہیں ہوں، ان راتوں میں سے ایک رات دو تین گھڑی وقت باقی
رہ گیا تھا کہ نیند آگئی، دیکھتا ہوں کہ ایک سفید ریش شخص ظاہر ہوا اس نے کہا من عرف نفسہ فقد
عرف ربہ [جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا] ۔ اس نے یہ کہا اور پوشیدہ
ہو گیا اور میں بیدار ہو گیا اور سہم گیا۔ اور آپ نے دوسرے جمعہ کی رات میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے
۵۱/۲۱ وَفِيٓ أَنفُسِكُمۡۚ أَفَلَا تُبۡصِرُونَ [اور کیا تم اپنی جانوں میں نہیں دیکھتے ہو] لا یعرف اللہ غیر اللہ
[اللہ کو اللہ کے سوا نہیں پہچانتا] ۔ ایک اور حال میں جو آپ نے بہت سی چیزیں دیکھی ہیں اس دوران
میں کوئی بزرگ فرماتے ہیں" اس کلام قدسی پر عمل کرو کہ بیشک ابن آدم (انسان) کے جسم میں گوشت کا
لوتھڑا ہے اور اس لوتھڑے میں فواد (دل) ہے اور فواد میں سر ہے اور سر میں خفی ہے اور خفی میں اخفیٰ ہے اور اخفیٰ
میں انا (نفس) ہے"۔ اے سعادت آثار! یہ احوال مذکور کا پتہ دیتے ہیں اور انسانی کمال کی طرف
دعوت دیتے اور معرفت کی طرف راستہ دکھاتے ہیں اور پہلے واقعہ میں گویا اثر سے موثر کی طرف جانے
اور نفس کے انقلابات سے اس کے مقلب کی جستجو کرنے اور باطل سے حق کی جانب تفکر کرنے کی
طرف اشارہ ہے اور دوسرا واقعہ شہودِ انفسی کی طرف اشارہ کرتا ہے خواہ ذاتِ مطلوب کا شہود ہو
یا مطلوب کی نشانیوں کا شہود ہو اور نیز عارف کی کُلّی فنا کی طرف اشارہ ہے معرفت وہی ہے کہ اپنے
آپ سے اپنے ساتھ ہو اور عارف کو فنائیت کے سوا اس سے کچھ نصیب نہ ہو، کسی نے خوب کہا ہے ع

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است [بارگاہ ذاتِ حق سے حصہ فنائیت ہے]

۲۴۱ اور یہ جو کہا ہے کہ تم اس کلام قدسی پر عمل کرو یعنی عالمِ امر کے لطائف میں سے ہر ایک کے کمالات کے ساتھ
متحقق ہونا چاہیے کہ جن کی انتہا عالمِ امکان پر ختم ہوتی ہے، اس کے بعد عالمِ وجوب کے کمالات میں
آغاز (ہوتا) ہے اور" اخفیٰ میں انا (نفس) ہے"۔ میں اس طرف اشارہ ہے یعنی اخفیٰ سے گذرنے کے
بعد کمالاتِ وجوب میں (پہلے) دو احوال میں سیر انفسی کی طرف اجمالی طور پر اشارہ ہے اور اس آخری
حال میں اس اجمال کی تفصیل کی طرف اشارہ ہے یعنی عارفِ کامل وہ شخص ہے جو کہ ان لطائف
میں سے ہر ایک کے کمالات تک پہنچے اور ہر ایک کو طے کر کے عالمِ وجوب کی طرف پرواز کرے، اگر کہا جائے
کہ عالمِ امر کے لطائف پانچ ہیں کہ جن میں سے ایک روح ہے اور اس حدیثِ قدسی میں روح کا ذکر

نہیں آیا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے فواد روح سے کنایہ ہو اور گوشت کا لوتھڑا جو کہ قلب کی حقیقتِ جامعہ کا محل ہے اس کا بیان قلب کے بیان کی بجائے کافی سمجھ لیا گیا ہو والعلم عند اللہ تعالیٰ، [اور صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے]۔

ایک مکتوب سیادت مآب سید مبارک کے نام لکھ کر بھیجا ہے انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ دوسرا حال جو آپ نے دیکھا ہے اس کی تعبیر ظاہر ہے اور سلطانِ ذکر کی خبر دینے والا ہے کہ جس کی علامت آپ اپنے اندر بتا رہے ہیں، اے محبت اطوار! سابقہ احوال باوجودیکہ کمال کی طرف دعوت دینے اور معرفت کی طرف بلانے والے ہیں مبشرات ہیں اور نیز ان کمالات کی استعداد کا پتہ دینے والے ہیں، امیدوار رہیں اور کوشش کریں کہ معاملہ قوت سے فعل میں اور گوش سے آغوش تک آ جائے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۴۳

محمد یوسف کابلی کے نام ان کے (مکتوب کے) جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، مکتوبِ مرغوب جو آپ نے محبت کی وجہ سے بھیجا تھا، پہنچ کر مسرت بخش ہوا، آپ نے اس کیفیت کی خواہش کی تھی جو ظلال سے ماوراء ہے چونکہ آپ کی محبت کا رابطہ اس نسبت عالیہ والوں کے ساتھ درست ہے (اس لئے) امیدوار رہیں، فان المرء مع من احب [پس بیشک آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] آپ نے لکھا تھا کہ "امیدوار ہے کہ ظلال سے نکل آئے اور مطلوبِ حقیقی تک پہنچ جائے اور ایمانِ شہودی کے شرف سے مشرف ہو جائے اور اس آگاہی سے جو کہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے حاصل کی تھی واقف ہو جائے"؟

آپ جان لیں اول یہ کہ بندہ کو آرزو سے کیا کام، بندگی اس وقت درست ہوتی ہے کہ کوئی آرزو و خواہش نہ رہے اور کوئی مراد و مقصود سینہ کی وسعت میں نہ رہے اور حق جل وعلا کی مراد کے ساتھ قائم ہو جائے یعنی اس تعالیٰ شانہٗ کی مراد کے علاوہ سالک کی مراد نہ ہو اور ارادہ کی صفت اس میں نہ رہے اگرچہ درجات و معاملاتِ قرب ہی کا ارادہ ہو، ایک بزرگ نے ایک سالک سے پوچھا ماترید [یعنی تو کیا چاہتا ہے] اس نے جواب میں کہا ارید ان لا ارید [میں چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں] اس بزرگ نے کہا یہ خود بھی ارادہ ہے۔ ص ۲۴۲

دوسرے یہ کہ طالب کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فضل طلب کرے اور اپنی استعداد کے کمال کا خواہاں ہو، اپنے کمال تک پہنچنے سے پہلے معین شخص کے کمال کی خواہش کرنا فضول بات ہے ہاں اپنی استعداد کے

مراتب حاصل کرنے کے بعد اگر دوسروں کے کمالات طلب کرے تو گنجائش رکھتا ہے جیسا کہ ماثورہ درود میں جو کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید [جیسا کہ تو نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور آلِ ابراہیم (علیہم السلام) پر رحمت بھیجی ہے بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے] وارد ہوا ہے وہ بھی اس بات کا پتہ دیتا ہے اور یہ جو قرآن مجید میں ہے، وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰہُ بِہٖ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ [اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تم اس کی آرزو مت کرو] مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر دنیاوی مال و متاع سے کی ہے، تیسرے یہ کہ مولانا سعد الدین کاشغری درمیان کے دو واسطوں سے حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہ) کے مرید ہیں حضرت خواجہ کا مولانا سے نسبت و آگاہی اخذ کرنا کس طرح ہوگا، چوتھے یہ کہ آپ نے دو مختلف آرزوئیں کی ہیں، آپ آرزو کرتے ہیں کہ ظلال سے نکل آئیں (اور) مطلوب حقیقی تک پہنچ جائیں اور پھر ظلال کی آرزو کرتے ہیں (اور) لکھتے ہیں کہ ایمانِ شہودی کے ساتھ مشرف ہوجائے کیونکہ ایمانِ شہودی مراتبِ ظلال سے وابستہ ہے مطلوبِ حقیقی شہود و مشاہدہ سے برتر ہے اس دائرۂ علیا تک وصول ایمانِ غیب سے تعلق رکھتا ہے شہود و مشاہدہ سب ظلال سے متعلق ہیں والسلام اولاً و آخراً۔ ۲۴۲

مکتوب ۱۴۲

سیادت پناہ سید محمد علی بارہہ کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ فی المبدأ والمعاد والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ الامجاد اما بعد، مکتوبِ گرامی نے مشرف کیا چونکہ دوستوں کی سلامتی پر مشتمل تھا اس لئے مسرت کا باعث ہوا اوقات کو منضبط کرنے کی کوشش کریں اور باطن کی تعمیر اور اندرون کو ماسوا سے خالی کرنا ضروری امور میں سے شمار کریں اور مولائے حقیقی کی رضامندی کو اہم مطالب میں سے سمجھیں اور وجودِ بشریت کی نفی کرنا اس راستہ کے واجبات سے جانیں اور اللہ جل و علا کی رضامندی کا دریچہ تصور فرمائیں، کلمہ طیبہ پر اس قدر ہمیشگی کریں کہ اپنا کوئی نام و نشان نہ دیکھیں اور لایذکر اللہ الا اللہ [اللہ کو اللہ ہی یاد کرتا ہے] کا مطالعہ کریں اس معنی میں نہیں کہ بندہ حق تعالیٰ ہوجاتا ہے بلکہ بندہ نہیں رہتا اور ذکر کی نسبت کی اس سے نفی ہوجاتی ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ وجودِ بشریت کی نفی میں ایک ساعت کوشش کرنا تکلف کے ساتھ عبادت کرنے والوں کی کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ وجودِ بشریت کی نفی کرنا ایمان کا کمال ہے اور اعمال کی ایمان کے بالمقابل کچھ مقدار نہیں ہے، دوستوں سے دعا کی امید کی جاتی ہے والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔ ۲۴۳

مکتوب ۱۴۵

مخدوم زادہ جامعِ کمالاتِ صوری و معنوی نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام حضورِ قلب کے حاصل ہونے کے بارے میں جو کہ ذکر سے بالا ہے اور فنائے قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے مع آنسرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص بشارت کے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ و تبلیغِ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ مکتوبِ مرغوب نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے ذکرِ قلبی کے جاری نہ ہونے اور یادداشت کے حصول اور اس کے زائل نہ ہونے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا حضور و توجہ قلبی ذکر سے بالا و الطف ہے اس (ذکر) سے اس بات کا کیا شمار کہ مذکور کا حضور ملکہ وصفتِ راسخہ ہو جائے اور وہ یاد کردے یادداشت میں آجائے اگر اس وقت میں ذکر مفقود ہو جائے تو کیا ڈر ہے خاص طور پر جبکہ معاملہ فنائے قلب تک جا پہنچے تو ذکر کا جاری ہونا درکار نہیں ہوگا کیونکہ ذکر مذکور کا وسیلہ ہے جب مذکور آگیا تو ذکر کی ضرورت جاتی رہی اور یہ فنا مذکور کا دریچہ اور معرفت کی دہلیز ہے اور فنائے نفس میں ذکر و توجہ و حضور کا زوال لازمی ہے اور تمام نسبتوں سے خالی ہونا ضروری ہے نسبتوں کے زائل ہونے اور صفات کے اصل کے ساتھ مل جانے کے بعد اگر حضور و توجہ ہے تو خود بخود ہے عارف کو معدوم (نیست) ہونے کے سوا اس وقت میں کچھ نصیب نہیں ہے ذکر کہاں اور حضور کس کو ہے۔ اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا اور آپ فریاد کرتے ہیں یا رسول اللہ خذ بیدی یا شفیع المذنبین خذ بیدی [یا رسول اللہ میرا ہاتھ پکڑ لیجئے اے شفیع المذنبین میرا ہاتھ پکڑ لیجئے] مبارک و بشارت ہے امید ہے کہ یہ دستگیری آخرت کی نجات کا وسیلہ ہو جائے اور درجات کے حاصل ہونے کا دریچہ بن جائے۔ والسلام

مکتوب ۱۴۶ ۲۴۲

نیز مخدوم زادہ عالی درجہ صاحبِ کمالات اصلیہ نعم الخلف شیخ محمد اشرف کے نام کمالاتِ نمازا در اس کے فضائل اور عدم مصحف کے ساتھ ملحق ہونے کی بشارت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ و ارسالِ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوبِ مرغوب پہنچکر مسرت بخش ہوا

چاہیے کہ اسی طرح ہر ظاہر و باطن کے احوال سے متعلق لکھتے رہیں کہ غائبانہ توجہ کا باعث ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "نماز فرض و نماز تہجد میں کبھی ایک گونہ حلاوت و کیفیت پیدا ہوتی ہے اور تمام اعضا کو احاطہ کر لیتی ہے اس حال میں جی چاہتا ہے کہ نماز کو طویل ادا کرے اور صبح کے حلقہ میں بھی اکثر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اے سعادت آثار! جو حلاوت و کیفیت کہ نماز کی ادائیگی کے دوران خاص کر فرض نماز میں پیش آتی ہے بہت اعلیٰ ہے اور اس (حلاوت و کیفیت) پر جو کہ نماز سے باہر پیش آتی ہے کئی درجہ فضیلت رکھتی ہے، نماز کو طولِ قنوت (طویل قیام) کے ساتھ ادا کریں اور رکوع و سجود کو بھی طویل کریں اور کبھی زمین پر (مصلّی وغیرہ) کسی چیز کے حائل ہوئے بغیر نماز ادا کریں اور پیشانی کو مٹی کے ساتھ لگا دیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو" اور کبھی صحرا کی طرف نکل جائیں اور جس جگہ کہ کوئی شخص نہ دیکھے خاک کے اوپر نماز کو طول اور خشوع و رغبت کے ساتھ پڑھیں، اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب و رغبت کرنی چاہیے اور کلمۂ طیبہ کے تکرار پر حریص رہیں اور مرادات و تعلقات کی نفی کریں اور ظلال سے اصول کی طرف مائل ہو جائیں، اور یہ جو آپ خود کو محض خالی پاتے ہیں اور قلبی ذکر کم محسوس ہوتا ہے اور اپنے آپ کو میلا اور مردود دیکھتے ہیں شاید کہ حقیقتِ عدمیہ کے ظہور سے ہے کہ تعلقات کو رد (نفی) کرنے کے بعد سالک عدم صرف دیکھتا ہے اور خالی محض ہو جاتا ہے اپنے اندر ذکر و حضور کا احساس نہیں کرتا اور بھلائی کی بو نہیں دیکھتا، میلا اور مردود جو کچھ (بھی) خود کو ثابت کرتے ہو برمحل ہے کیونکہ کمال اہلِ کمال کی طرف لوٹ جاتا ہے اور شر و نقص باقی (رہتا) ہے، والسلام

۲۲۵ مکتوب ۱۴۷

حافظ محمد شریف لاہوری کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال و اطوار حمد کے لائق ہیں، اللہ تعالیٰ سے آپ کی عافیت اور ظاہری و باطنی استقامت کی دعا کی گئی ہے، مکتوب گرامی پہنچکر مسرت بخش ہوا، فقیر ان دنوں میں دردِ مفاصل کی وجہ سے بیمار تھا اب اللہ سبحانہٗ کے کرم سے رو بصحت ہے اور پہلے سے بہتر ہو کر ضروری فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ میاں محمد باقر چند روز صحبت میں رہا

بہت خوش کیا، اس راستہ کے بعض ضروری فوائد اخذ کئے اور تھوڑے عرصہ میں خوب ترقی کی ہے حق سبحانہٗ کمال کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔ میرے مخدوم و مکرم! سعادت آثار میاں محمد باقر کی درخواست پر کچھ توجہ تمہاری جانب کی گئی اُس نواح کو آپ کے انوار کی شعاعوں سے روشن و منور پایا، اور دیکھا کہ وہاں کی مخلوق آپ کی طرف کچھ توجہ رکھتی ہے اسی ضمن میں ایک خلعت نے بھی آپ کو احاطہ کر لیا ہے شاید کہ اس جگہ کے مدار ہونے کا خلعت ہو، والغیب عند اللّٰہ سبحانہٗ [اور غیب اللہ سبحانہٗ کے پاس ہے] ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔

مکتوب ۱۴۸

مولانا محمد حنیف کے نام اُن کے اور اُن کے دوستوں کے احوال کی شرح میں مع بشارتِ عالی تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اُترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ نہایت مہربان اور معاف کرنے والا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کی کتاب (قرآن مجید) تورات و انجیل و زبور سے افضل ہے اور ان کی آل و اصحاب پر اٹھائے جانے اور جمع کئے جانے (یعنی قیامت) کے دن تک صلوٰۃ و سلام ہو، اما بعد گرامی نامہ جو آپ نے اس مسکین کے نام لکھا تھا پہنچ کر مسرت بخش ہوا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دوستوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ آپ نے نسبتِ خاصہ کی خواہش کی ہے اور حاضری میں رہنے والے دوستوں پر رشک کا اظہار کیا ہے، میرے مخدوم! ہم نے آپ سے کسی چیز سے دریغ نہیں کیا ہے اور جن امور کی قدرت رکھتا ہوں ان میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی
ہے اس کے باوجود دل آپ کی طرف متوجہ اور آپ کی ترقی کا طالب ہے۔ خط لکھنے کا ارادہ کرتے وقت کچھ ۲۲۶
آپ کی جانب تھوڑی سی توجہ واقع ہوئی اور آپ بیش قیمت اعلیٰ خلعت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور آپ کے انوار تمام عالم پر چھا گئے اور آپ نے ایک گونہ اتصال و الحاق فقیر کی حقیقت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ترقیاں حاصل کی ہیں بعض آئینوں (ظہورات) کے امیدوار ہوئے ہیں۔ آپ نے جو دوستوں کے بارے میں رشک کیا ہے، رشک خود محمود ہے لیکن آپ (بھی) کم درجہ نہیں رکھتے اور دوستوں میں ممتاز ہیں ہاں جو خصوصیات کہ بعض کو ان کی استعداد کی وجہ سے حاصل ہیں وہ دوسری بات ہے اور بحث سے خارج ہے ہر شخص استعداد کی خصوصیت کی وجہ سے کسی امر کے ساتھ مخصوص ہے۔ ع

ع برخوش پسرے را حرکاتِ دگر است [ہر اچھے بیٹے کی حرکات مختلف ہیں]

جو چیزیں کہ اسوقت آپ کو حاصل ہیں اکثر طالبوں کا ہاتھ اُن کے دامن تک نہیں پہنچا اور جن امور میں احباب بسر دست رغبت رکھتے ہیں اور جد وجہد کے ساتھ ان کے حاصل ہونے کے خواہاں ہیں مدت ہو گئی کہ آپ ان کے ساتھ متصف ہیں بلکہ اُن سے گذر کر اُن سے زیادہ نازک اسرار سے جا ملے ہیں اور جو خصوصیت کہ آپ (اپنے) ساتھیوں کے باعث رکھتے ہیں ممتاز ہے جو فیوض و برکات آپ کی صحبت میں ہیں ان میں کسی دوسرے کا شریک ہونا معلوم نہیں ہوتا، احباب و مریدین آپ کے کمالات کے آئینے ہیں اور آپ کے معانی ہیں جو کہ مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہیں اور آپ کا حُسن ہے کہ اس نے اس لباس میں ظہور کیا ہے دوستوں میں دو شخصوں کے احوال جو آپ نے اس مکتوب میں درج کیے تھے ان کے مطالعہ نے بہت لطف اندوز و مسرور کیا اور باطنی لذتیں بخشیں اللھم زد [اے اللہ! اور زیادہ فرما] - میر عبداللہ کے احوال دوسرے دوست کی بہ نسبت بلند و برتر ہیں لیکن اسقدر جاننا چاہیے کہ اس قسم کے امور جو طالبوں کو پیش آتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کی استعداد کے مطابق ہوتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انعکاس کے ذریعے سے آتے ہیں ان کی استعداد اس جگہ تک نہیں پہنچتی، جو کچھ بھی ہے بہت بڑی نعمت ہے، والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۱۴۹

سیادت پناہ سید ابو الخیر شاہ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامداً ومصلیاً، مکتوب شریف پہنچ کر مسرت بخش ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ اس سے پہلے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک طرح کی ہستی باقی رہتی ہے اب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ عین باقی رہتا ہے نہ اثر۔ ۲۴۷

ع چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست [جب میں تمام معشوق ہو گیا تو عاشق کون رہا]

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر بجا لائیں اور عین واثر کے زائل ہونے کو بہت بڑی سعادت سمجھیں اور اسلام حقیقی و اطمینانِ نفس کا وسیلہ جانیں، انسان کا کمال اسی محویت و فنائیت میں ہے سالک کی ہستی سے جسقدر باقی ہے اور کمال و خیر کو جسقدر اپنے اندر ثابت کرتا ہے اُسی قدر نقص و شر کے ساتھ موسوم ہے اس کا کمال نیستی اور کمال کی نفی کرنے میں ہے اُس کی بھلائی بھلائی کے سلب میں ہے لیکن زوال و فنا کا کمال اُس سے انانیت کے پوری طرح سلب ہونے میں ہے، اس وقت میں وہ

انا الحق نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ (ایسا کہنا) انانیت کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے، پس یہیں تمام معشوق ہونا کیا گنجائش رکھتا ہے، بیچارہ جو کہ تمام تعلقات سے خالی ہو گیا ہے اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ثابت نہیں ہے اور عدمِ محض اور نفیِ خالص کے ساتھ جا ملا ہے، وہ اپنے معشوق ہونے کا اثبات کس طرح کرے اور اپنے آپ کو عینِ مولیٰ کس طرح تصور کرے، وہ نفی و عدمیت کی ایک قسم کے ساتھ مطمئن ہے کیونکہ وہ اپنی بندگی کے ثابت کرنے سے ڈرا ہوا ہے جو کہ ثبوت کی آمیزش رکھتی ہے اور اپنی مولویت (مولاسے نسبت ہونے) کے ثابت کرنے پر کس طرح جرأت کرے اور ذاتی نقص و شر کے باوجود اپنے آپ کو معشوق کس طرح تصور کرے جو کہ ذاتی حسن و جمال کے ساتھ موصوف ہے، آپ نے لکھا تھا کسی بزرگ نے کہا ہے ع

قلندر آنکہ فوق الوصل جوید [قلندر وہ ہے جو کہ وصل سے اوپر تلاش کرے]

"وصل سے اوپر" سے کیا مراد ہوگی؟ میرے مخدوم! وصل دو ہونے اور وصل کے باقی رہنے کی خبر دیتا ہے پس وصل سے گذر جانا چاہئے اور نفیِ صرف اور حیرت کی طرف آنا چاہئے جیسا کہ آپ نے خود کسی بزرگ سے نقل کیا ہے اور (اس کی) تعریف کی ہے ع

چوں وصل در نگنجد ہجراں چہ کار دارد [جب وصل کی گنجائش نہیں ہے تو جدائی کا کیا کام ہے] والسلام

مکتوب ۱۵۰

سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً، اللہ تعالیٰ نبی کریم اور ان کی بزرگ آل علیہ و علیہم الصلوات والبرکات کے صدقے ہمیشہ ترقیات میں رکھے، گرامی نامہ جو کہ شوق و آرزومندی کے اظہار پر مشتمل تھا خوشی بڑھانے اور شوق کو بھڑکانے والا ہوا، اپنے کام میں خوب مشغول اور ترقی کے لیے دوڑ رہیں۔ جو حال کہ ۲۲۶ آپ نے دیکھا تھا اچھا ہے، شکر کریں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو لعین (شیطان) کے جال سے محفوظ رکھا بلکہ غالب کیا امید ہے کہ اور بھی زیادہ محفوظ رکھے گا شیطانِ آفاقی کے شر سے بھی اور شیطانِ انفسی (کے شر) سے بھی۔ فرزندی محمد اسحٰق عافیت کے ساتھ پہنچ گیا اور دوستوں کو مسرور و خوش وقت کیا، نوجوانی میں عجیب ہمت حاصل کی ہے حق سبحانہٗ اپنے کرم سے صلحا کے گروہ میں داخل فرمائے اور اس کی صحبت و محبت کی برکت سے ہم ہوس پرستوں کو ہوا و ہوس کی قید سے رہائی بخشے اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے] اور چونکہ آپ فقرا کے ساتھ محبت استوار رکھتے ہیں (اس لئے) جہاں کہیں بھی ان کے

فیوض و برکات سے امیدوار ہیں المرءمع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] اوقات کو معمور رکھنے میں کوشش کریں اور باقیاتِ صالحات (باقی رہنے والی نیکیوں) کے حاصل کرنے میں حریص رہیں دوستوں سے دعا کی امید کی گئی ہے۔ والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۵۱

نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، سیادت پناہ! اس فقیر (کی جانب) سے سلامِ عافیت انجام پڑھیں جو مکتوب کہ آپ نے محبت کے باعث بھیجا تھا اس نے پہنچ کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ کی حمد ہے کہ آپ سلامتی کے ساتھ پہنچ گئے اور خلیفۂ وقت کو خیریت سے دیکھا، آپ نے اہلِ زمانہ کی نامناسبی وغفلت کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم! اپنے آپ کو اچھی طرح رکھنا چاہیے اور مولائے حقیقی جل عظمتہ کی خوشنودیوں میں کوشش کرنی چاہیے، لوگ کسی طرح رہیں اگر آپ راہِ راست پر رہیں تو اُن کی غفلت وگمراہی آپ میں سرایت نہیں کریگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ [اے ایمان والو تم اپنی فکر کرو، جب تم نے ہدایت پالی تو جو شخص گمراہ رہا اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف واپس جانا ہے] ہاں بیشک ترک کرنا اور تنہائی اختیار کرنا اولیٰ ہے لیکن حکمت اور فتنہ کو برانگیختہ نہ کرنے کی رعایت کے ساتھ ہو، آپ نے اکثر اوقات میں اپنے اندر خاص کیفیت کے پانے اور شرحِ صدر کی طرح جو کہ آپ اس سے پہلے کہتے تھے اطمینانِ نفس معلوم کرنے کے بارے لکھا تھا بہت لطف اندوز ہوا، اللھم زد [اے اللہ اور زیادہ فرما] معلوم ہوتا ہے کہ ولایتِ کبریٰ انجام کو پہنچ گئی ہے اور اوپر کے مقام کے انوار وکمالات نے پر تو ڈالا اور رنگین کر دیا ہے ہم امیدوار ہیں کہ عنقریب اس مقام میں کامل طور پر دخول حاصل ہو جائے گا اور وہاں کے گلشنوں سے تازہ پھول حاصل ہو جائیں گے اور اطمینان نفس اور اس مقام کے جو کہ معصوم بندوں (فرشتوں) کا مقام ہے اور آیتِ کریمہ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ [جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو بجا لاتے ہیں] ان کی شان میں ہے، حاصل ہونے کی علامت گناہوں کا کم سرزد ہونا اور طاعات وعبادات کی توفیق اور دار الغرور (دنیا) سے کنارہ کشی اور دار القرار (آخرت) کی تیاری ہے۔

برادر دینی محمد باقر نے آپ سے رضامندی کا بہت زیادہ اظہار کیا تھا ہم بہت مسرور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے فقراء کی خدمت اور اہل اللہ کی دلجوئی و رضامندی بہت بڑی سعادت ہے، دیکھئے کون صاحبِ نصیب (اس کی طرف) ہدایت پاتا ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۲

نیز سیادت پناہ میر محمد ابراہیم کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ مکتوب مرغوب پہنچکر مسرت افزا ہوا، سلامت اور استقامت کے ساتھ رہیں، آپ نے خاتمہ کے خوف کے بارے میں لکھا تھا، میرے مخدوم! یہ خوف ایک بہت بڑی نعمت ہے دیکھئے کون سعادت مند ہے کہ جس کو اس خوف کے ساتھ نوازتے ہیں اور اس درد میں مبتلا کرتے ہیں، اس (اللہ تعالیٰ) کے دوست اس درد میں گرفتار ہیں اور یہ ابہام (خاتمہ کا مبہم ہونا) اُن سے آرام و آسائش چھین لیتا ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اکثر اوقات نماز میں عجیب لذت حاصل (اور) خاص کیفیت محسوس ہوتی ہے" کیوں ایسا نہ ہو جبکہ نماز مومن کی معراج اور دنیا سے آخرت میں جاتا ہے، جو حالت کہ معراج کی رات میں پیش آئی تھی اس کا نمونہ نماز میں ہے، قرب کا کمال یہاں (نماز میں) ہے اور حجابات کا دور ہونا اس مقام میں ہے جیسا کہ (حدیث شریف میں) وارد ہوا ہے، یہ لذت یابی منتہیوں کی کیفیت ہے، آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت و کیفیت قرآن مجید کی تلاوت کے وقت میں پیش آتی ہے اس کیفیت سے زیادہ ہے جو کہ لسانی ذکر میں پیش آتی ہے اور بعض اوقات ایسا خیال میں آتا ہے کہ پڑھنے والا کوئی دوسرا شخص ہے میں طفیلی ہوں" میرے مخدوم! تلاوت کے وقت قلب صفتِ کلام کے ساتھ متصف ہوتا ہے جو کہ اس تعالیٰ شانہٗ کی حقیقی صفت ہے اور معلوم ہے کہ صفت کو اپنے موصوف کے ساتھ کس قسم کا قرب و اتحاد ہے پس یہ کیفیت و لذت تمام کیفیات سے ممتاز ہے، کسی نے خوب کہا ہے۔ ص ۲۵

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت تا بر لب اُو بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کے کلام میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تاکہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب پر بوسہ دوں]

کبھی تلاوت کے وقت میں تلاوت کرنے والا اپنی زبان کو حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت کی مانند پاتا ہے تلاوت کرنے والا گویا کوئی اور ہے اور اس کی زبان آلہ سے زیادہ نہیں ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ حق (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر جاری ہوتا ہے، نیز وارد ہوا ہے کہ

(حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کے غصے سے ڈرو پس بیشک اللہ تعالیٰ اُس کے غصے کے ساتھ غصہ کرتا ہے آپ نے لکھا تھا کہ "ولایتِ کبریٰ کی کیفیت کے علاوہ ایک اور کیفیت اپنے اندر پاتا ہوں اور دونوں کیفیتوں میں نمایاں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ اے سعادت آثار! فقیر نے اس سے پہلے ولایتِ کبریٰ کے ماسوا آپ کے بارے میں لکھا تھا اور اب بھی اوپر کی ولایت سے کچھ حصہ معلوم ہوتا ہے یہ یافت (پانا) اسی سے ہے اور چونکہ یہ ولایت ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے جو کہ معصوم ہیں، کوشش کریں کہ پاکوں (معصوموں) کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائیں اور عصمت (پاکدامنی) سے بہرہ ور ہوں ——

آپ نے اپنے مبداء تعین کے متعین کرنے اور نیز اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں کہ آپ کس نبی کے زیرِ قدم ہیں دریافت کیا تھا نیز لکھا تھا کہ "اپنے آپ کو لطیفۂ اخفیٰ کے انوار کے فیوض میں نہایت کامل مناسبت پاتا ہے اور اپنی ولایت کو اخفیٰ کی ولایت پاتا ہے اور اس بات کے پانے میں ہرگز اور مطلق شک نہیں ہے" میرے مخدوم! یہ فقیر بھی آپ کی مناسبت اخفیٰ کے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے اور آپ کی ولایت کو (لطیفۂ) اخفیٰ کی ولایت تصور کرتا ہے اس لئے اس صورت میں آپ اپنے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہوئے اور آپ کا مبداً تعین صفتِ اجمالِ علم ہوا والعلم عند اللہ سبحانہ [اور علم اللہ سبحانہ کے پاس ہے] —— آپ نے میر اسحٰق کی نوکری کے ترک کے بارے میں لکھا تھا الخیر فی ما صنع اللہ سبحانہ [حق سبحانہ جو کچھ کرتا ہے اس میں بھلائی ہے] حق تعالیٰ فقراء کے عادات و اطوار پر استقامت عطا فرمائے آپ بے چین نہ ہوں اَلتَّاَنِّی من الرحمٰن [تاخیر رحمٰن (اللہ) کی طرف سے ہے] فقر اور اس پر استقامت بہت بڑی سعادت ہے، صابر فقراء کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے جلیس ہوں گے، لیکن ہر وہ چیز جو کہ حکمت اور اہلِ حقوق کی رضا کی رعایت سے واقع ہو وہ زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ والسلام

مکتوب ۱۵۳

سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔

حامداً و مصلیاً، دلی دوستوں کا محبت آمیز و شوق انگیز مکتوب مسرت افزا اور لذت بخش ہوا، آپ نے لکھا تھا کہ "جو محبت اس طرف منسوب ہے وہ اس محبت سے اوپر ہے جو کہ اس تعالیٰ شانہٗ کی ۲۵۱
مقدس بارگاہ سے منسوب ہے، اور اس کی وجہ سے اکثر خوف و خشیت میں رہتا ہے" اے سعادت آثار! جو کچھ آپ نے لکھا ہے تین توجیہات رکھتا ہے پہلی توجیہ ابتدائی حالت کے مناسب ہے اور دوسری توجیہ

متوسط حال والوں کے مناسب ہے اور مبتدیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتی اور تیسری توجیہ منتہیوں کا حال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ جو محبت پیر و مرشد کے ساتھ ہے وہ حق جلّ وعلا کی محبت کا وسیلہ ہے اس معنی میں کہ جبتک اس محبت کو درست نہ کرے اس محبت تک جو کہ اصلی مقصود ہے نہیں پہنچا کیونکہ ابھی وہ اس محبت کے قابل نہیں ہے پس اگر مطلب تک پہنچنے سے پہلے وسیلہ کو قوی تر پائے تو گنجائش رکھتا ہے اور اس محبت سے مراد وہ محبت ہے جو سالک کے وجود کو فنا کرنے والی ہے اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ فنافی الشیخ فنافی اللہ کی تمہید ہے اور شک نہیں ہے کہ فنا محبت کا نتیجہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جو محبت عالمِ چون کے ساتھ متعلق ہے وہ عالمِ چون سے ہے اور جو محبت کہ بیچون سے تعلق رکھتی ہے وہ محبت بھی بیچون ہے کہ ایک دم سے چون کے ادراک میں نہیں آتی، پس اگر چون کی محبت کو بیچون پر غالب پائے تو گنجائش رکھتا ہے اگرچہ حقیقت میں بیچون کی محبت غالب ہو، کیا تو نہیں دیکھتا کہ شوق و جوش اور چلّانا چیخنا اور رونا جو عشقِ مجازی میں ہے وہ عشقِ حقیقی میں کم ہوتا ہے کیونکہ وہ بیچون سے کچھ حصہ اور بے کیفی سے کچھ نشہ رکھتا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مرتبۂ ذاتِ بحت تعالیٰ میں کسی چیز کے ثابت کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس مرتبۂ عالیہ سے سلب کے سوا عارف کا کچھ حصہ نہیں ہے، پس محبت کا ثابت کرنا بھی راہ میں رہ جاتا ہے جو کہ مرتبۂ صفات میں ہے اور اس بات کی تفصیل رسالہ مبدأ و معاد سے معلوم کرنی چاہیے جو اس معرفت میں ہے جو کہ (حضرت عالی قدس سرہٗ نے) اپنی بات اور رابعہ بصری کی بات کے درمیان فرق کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے باطنی احوال کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، ہم امیدوار ہیں کہ ولایتِ کبریٰ کا معاملہ انجام کو پہنچ گیا ہوگا اور اویسی کی ولایت کے انوار و اسرار روشن اور فائض ہو گئے ہوں گے، اس بارے میں غائبانہ توجہ کی گئی اور آپ نے محسوس کی ہوگی۔ والسلام

مکتوب ۱۵۴

نیز سیادت پناہ میر محمد اسحٰق کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العٰلمین والسلام علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین اما بعد، مکتوب شریف پہنچکر مسرت بخش ہوا، آپ نے تعلق نوکری کے ترک ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا ہزار شکر ہے کہ سہولت و عافیت ۲۵۲
کے ساتھ میسر ہوا، نیک و مبارک ہے، حق سبحانہٗ استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے استقامت کے لئے فاتحہ (دعا) چاہی تھی فاتحہ پڑھی گئی اور توجہ کی گئی۔ آپ نے قلب کی وسعت کے بارے میں لکھا تھا، وسیع کیوں نہ ہو جبکہ

وہ بیسعنی [میری گنجائش رکھتا ہے] کے شرف سے مشرف ہوا ہے اور رحمٰن کا عرش بنا اور برزخِ جامع کہلایا اور مولیٰ جل شانہٗ کا مقامِ نظر قرار پایا ہے، انسان جو کہ نسخۂ جامعہ ہے جو کچھ اس کی کلیت میں ثابت ہے وہ تنہا قلب میں ثابت ہے ـــــ آپ نے لکھا تھا کہ "جو لذت و حضور و جمعیت کہ فرض نماز میں ہے وہ فرض کے علاوہ میں نہیں ہے خاص طور پر سجدوں میں کہ اُن سے سر اٹھانا اچھا نہیں لگتا" بیشک نماز مؤمن کی معراج اور کمالِ قرب کا مقام ہے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی راحت کو نماز میں تلاش کیا ہے اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ [میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے] فرمایا ہے اور جو لذت کہ فرض نماز میں پیش آتی ہے غیر فرض پر کامل فضیلت رکھتی ہے، سجدہ کے بارے میں کیا لکھے، سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں پر سجدہ کرتا ہے پس اس کی طلب کرنا اور اس پر حریص ہونا چاہئے اور نیز آیا ہے کہ "بندہ کی کوئی حالت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کہ وہ اُسے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ خاک آلود ہو" اور نیز وارد ہوا ہے کہ "بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے" کبھی کبھی چاہئے کہ نماز مٹی پر کسی واسطہ (مصلّٰی وغیرہ) کے بغیر ادا کی جائے اور سجدہ کیا جائے اور نماز میں طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں پر راغب رہیں اور نوافل میں اگر چاہیں تو رکوع و سجود و قومہ کی ماثورہ دعائیں پڑھیں، فقیر نے بھی ان دعاؤں کو احادیث کی کتابوں سے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے اگر وہاں سے یاد کر لیں تو مناسب ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اگر حقیقتِ کعبہ معبودیت و مسجودیت کے اعتبار کے ساتھ مقید ہو تو چاہئے کہ اس حقیقت تک وصول کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے سے پہلے ہو کیونکہ کمالاتِ نبوت شیون و اعتبارات سے اوپر ہیں اور حالانکہ معاملہ برعکس ہے" میرے مخدوم! اس سوال کا جواب ایک سر ہے کہ جس کا ظاہر کرنا فی الحال مصلحت سے دور ہے مختصر طور پر اتنا لکھا جاتا ہے کہ کمالات کا فوقیت رکھنا اُن اعتبارات سے ہے جو کہ ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں اور صفات کے اصول ہیں نہ کہ مطلق اعتبارات، حضرت عالی (قدس سرہ) نے حقیقتِ کعبہ کو ایک جگہ سرادقاتِ عظمت و کبریائی (عظمت و کبریائی کے سراپردے) لکھا ہے اور ایک جگہ نورِ صرف اور کسی جگہ اسی کو حقیقتِ احمدی قرار دیا ہے اور یہ سب تعبیرات اعتباراتِ متنزلہ (نیچے درجے میں) ہیں اور کمالاتِ نبوت اُن سے بھی متنزلہ (نیچے کے درجے میں) ہیں۔ آپ نے اپنے مبدأ تعین کی تشخیص اور اپنی ولایت کے تعین کے بارے میں پوچھا تھا ان شاء اللہ تعالیٰ (یہ فقیر) اس بارے میں غور کرے گا۔ اگر معلوم ہوا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اطلاع دیگا۔

۲۵۳ آپ کے والد شریف کی روحانیت کے لئے فاتحہ پڑھی اور ختم قرآن مجید کا ثواب بھی بخشا اور

قبولیت کا اثر ظاہر ہوا اور کچھ فرحت اُن میں ظاہر ہوئی اور نسبت کے دینے میں بھی توجہ کی اور اس کا اثر بھی ظاہر ہوا، والغیب عند اللہ سبحانہ [اور غیب (کا حال) اللہ سبحانہ جانتا ہے]

آپ نے اپنے آنے کے بارے میں پوچھا تھا، کیا مانع ہے، آپ کا گھر ہے لیکن دوستوں کے مشورہ و مصلحت اور اہلِ حقوق کی مرضی سے آئیں اس طرح پر کہ فتنہ کے بیدار ہونے کا باعث نہ ہو۔ اور جو حال آپ نے دیکھا ہے روشن و مبارک ہے۔ (یہ) سطور لکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کو ولایتِ موسوی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت ہے اور (آپ کا) مبدأ تعین صفتِ کلام ہے، پھر بھی اس امر میں توجہ کی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مکتوب ۱۵۵

فضائل مآب محمد امین حافظ آبادی کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ کہ احوال ہر طرح سے خیریت کے ساتھ گذر رہے ہیں، دوستوں کی خیریت و جمعیت و استقامت مطلوب و مامول ہے، جو مکتوب آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا اُس نے پہنچکر خوش وقت کیا۔ آپ نے صفتِ علم اور حقیقتِ کعبہ کے ساتھ کچھ مناسبت لکھی تھی، صفتِ علم کے ساتھ کیوں مناسبت نہ ہو جبکہ آپ کے شیخ کا مربی وہی صفت ہے اور اسی ذریعہ سے فیوض و برکات ہمیشہ پہنچتے ہیں اور ترقیاں پاتے ہیں اگر آپ نے ذاتی مناسبت کے بارے میں لکھا ہے تو نیک و مبارک ہے فقیر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ غور کرے گا اور ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ حقیقتِ کعبہ ربانی سے بہرہ مند ہو جائیں اور اس کے انوار کے ساتھ متحقق و منور ہو جائیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ مولانا احمد برکی نے حضرت عالی (قدس سرہ) کی خدمت میں لکھا تھا "بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرے صاحبِ زماں کے حکم سے کرے تاکہ فائدہ دے اگرچہ شرع کے موافق کام ہوں" اگر یہ بات صحیح ہے تو تمام شرعی کاموں میں (آپ کے) فرمان کا امیدوار ہے۔ حضرت عالی نے ان کو تحریر فرمایا کہ

لہ یہ عبارت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات شریف دفتر اول کے مکتوب ۲۵۰ میں درج ہے: "عارف صاحب زمان بمنزلہ مجتہد ہوتا ہے لوگوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے وہ لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق امور شرعی نافلہ کی اجازت دیتا ہے" حضرت موصوف کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مکتوب الیہ کے لئے کسی دوسرے شخص سے جو اُس وقت صاحبِ زمان ہے اجازت حاصل کر کے اُن کو اجازت دی ہے، اس کے مطلب میں دو احتمال ہیں لیکن یہ کہ اس وقت تک حضرت صاحب موصوف خود عارف صاحب زمان نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا جس سے حضرت نے ان کیلئے اجازت حاصل کی ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت اس وقت بھی صاحبِ زمان تھے لیکن حضرت موصوف نے اولیائے کرام و صاحب زمان کے طریقے کے مطابق حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ سے بطریق استخارہ یا القاء یا الہام وغیرہ اجازت حاصل کی ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔ مستفاد از شرح مولانا نصر اللہ خان کابلی (اور یہی دوسرا احتمال قوی معلوم ہوتا ہے۔ (مترجم)

"آپ کے لئے اجازت حاصل کر کے آپ کو اجازت دیدی، لیکن جان لیں کہ فائدہ سے مراد خاطر خواہ فائدہ ہے نہ کہ مطلقاً" اور آپ نے بھی اس حقیر سے اجازت طلب کی تھی، میرے مخدوم! اگرچہ فقیر کی اجازت کو کوئی دخل نہیں ہے (پھر بھی) ہم نے آپ کو اجازت دی[لہ]۔ والسلام

۲۵۴ ## مکتوب ۱۵۶

جان محمد بیگ کولابی کے نام تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ جو مکتوب کہ آپ نے محبت کی راہ سے بھیجا تھا پہنچکر خوش وقت کیا، آپ نے لکھا تھا کہ "جو کچھ دید و دانش میں آتا رہا وہ سب اس کا غیر تھا، مطلوب حقیقی سے کوئی چیز ہاتھ نہیں آئی ہمیشہ عمر بے چینی میں گذرتی ہے اور رنج و اضطراب ہر وقت دامنگیر ہے۔"

بیشک اسی طرح ہے ممکن واجب سے اور حادث قدیم سے اور چون بیچون سے کیا پائے، مقید مطلق سے کیا حاصل کرے، ممکن و مقید جہاں تک جائے اور ترقیات حاصل کرے قید و امکان سے نہیں نکلتا اور وجوب و اطلاق کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔ ؎

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نشد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی سیاہ روئی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے]

اس لئے نقدان (گم کرنا) ہر وقت دامنگیر ہوا اور جدائی و ناامیدی نقد وقت ہوئی کسی نے خوب کہا ہے ؎

سر پیوند ما ندارد یار چون تواں شد ز عمر برخوردار

[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا، عمر سے کس طرح بہرہ اندوز ہوا جا سکتا ہے]

شیخ عطار فرماتے ہیں۔ ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب پیغمبر جیسی عظیم الشان ہستی کو فقر کامل (بشریت کی انقطاع) حاصل نہیں ہوا (اسلئے) تو بھی اس کا رنج نہ کر]

فقر کل سے مراد بشریت و امکان کی قید سے رہائی پانا اور (واجب تعالیٰ کے ساتھ) متحقق ہے جو کہ محال ہے پس نایافت و فقدان ہر وقت حاصل زندگی اور عجز و حیرت شامل حال ہے، پس وصل و اتصال کس طرح اور وجد و حال کہاں ہے سیر و سلوک سے مقصود حجابات کا دور ہونا ہے خواہ امکانی ہوں یا وجوبی جو کہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات ہیں نہ یہ کہ مطلوب کو قید میں لے آئیں اور عنقا کو شکار کر لیں

لہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کو بھی عارف صاحب "مال" تھے لیکن کسر نفسی کے باعث صاف اظہار نہیں فرمایا۔ (مترجم)

افسوس در افسوس ہم کب تک آب نما سراب سے تسلی حاصل کریں اور پری صورت دیو پر فریفتہ رہیں ؎

بوقتِ صبح شود ہمچو روز معلومت　　　کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور

[تجھ کو صبح کے وقت دن کی طرح معلوم ہو جائیگا کہ تو نے اندھیری رات میں کس کے ساتھ عشق بازی کی ہے] والسلام

مکتوب ۱۵۷

محمد شاہ گرز بردار کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ جو مکتوب مرغوب آپ نے اس مسکین کے نام تحریر کیا تھا پہنچکر مسرت بخش ہوا عافیت و دلجمعی کے ساتھ رہیں اور شریعت و سنت کے راستہ پر قائم رہیں اور ظل سے اصل کی طرف آئیں اور صفت سے ذات کی طرف مائل ہوں۔ آپ نے کسی چیز کے ساتھ بھی دل کا تعلق ۲۵۵ نہ ہونے اور اپنے آپ کو تمام ماسوا سے بیگانہ پانے اور غیروں کی محبت سے پورے طور پر بے تعلق ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا واضح ہوا کتنی بڑی نعمت ہے کہ دل غیروں کی محبت سے منقطع ہو جائے اور غلبۂ احدیت کثرت کے زنگار کو باطن کے آئینے سے پوری طرح دور کردے اور اپنی محبت میں یکسو و یکرو بنادے اور یہ بے تعلقی معرفت حاصل ہوئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتی، بزرگوں نے کہا ہے "جب تک نہ پلٹے رہائی نہیں پاتا" معرفت ہی ہے جو کہ اس کے بے تعلقی اور رہائی کا ذریعہ بنتی ہے اور وصل ہی ہے جو کہ ماسوا سے جدا ہونے کا سبب بنا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس سب مایوسی و فراموشی و بیگانگی کے باوجود جو کچھ کہ حاصل رکھتا تھا اس کو بھی اپنے اندر نہیں پاتا، خلوت خانہ اغیار سے خالی اور شاہی تخت آراستہ ہے بادشاہ کی ضرورت ہے میں اس کو بھی نہیں پاتا ہوں، غرض یہ ہے کہ اگر ہم اس طرف ہیں تو خود یہ نسیان کیا چیز ہے اور اگر اس طرف ہیں تو معشوق کہاں ہے" میرے مخدوم! معشوق ہماری دید و دانش سے باہر ہے اور ہماری گفت و شنید سے برتر ہے جو کچھ ہمارے ادراک و فہم میں آتا ہے اور وہم و خیال میں سماتا ہے وہ نہیں ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند (قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا، سنا اور جانا گیا ہے یہ سب غیر ہے، کلمہ لا کی حقیقت کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر بمعشوقت خیالے در سر است　　　نیست معشوق آں خیالِ دیگر است

[اگر تیرے سر میں معشوق کا کوئی خیال ہے تو وہ معشوق نہیں ہے (بلکہ) دوسرا خیال ہے]

اکابر کے طریقہ کا سلوک طے کرنے سے مقصود حجابات کا دور ہونا ہے تاکہ اسلام حقیقی صورت پذیر ہو جائے

اور شرک کے دقائق سے کچھ نجات حاصل ہو جائے اور نفسِ امارہ کی انانیت و بغاوت و سرکشی جو کہ اس کی ذات میں ودیعت کی گئی ہے زائل ہو جائے اور حقیقی فنا کے ساتھ مشرف ہو جائے اور اطمینان تک پہنچ جائے اور راضی و مرضی ہو جائے نہ یہ کہ مطلوب کو جال میں لائے اور عنقا کو شکار کرے۔ ع

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں [عنقا کو کوئی شکار نہیں کر سکتا تو اپنا جال اٹھالے]

دوست چاہتے ہیں کہ معشوق کو آغوش میں لے لیں اور سیمرغ کو شکار کر لیں (یہ) مشکل کام ہے حادث قدیم کا کیا ادراک کرے اور مقید مطلق کا کیا احاطہ کرے، مقید جہاں تک جائے قید کو اپنے ساتھ لے جائیگا اور یہ عیب ہمیشہ اس کا دامنگیر ہوگا اور مطلق قیود سے پاک اور عیوب سے بری ہے پس اس کا طالب ہر وقت عجز و نا امیدی کے ساتھ موصوف ہے۔

سرِ پیوندِ ما ندارد یار چوں تواں شد ز بخت برخوردار

[دوست ہمارے ملانے کا خیال نہیں رکھتا بخت سے کس طرح بہرہ اندوز ہو جا سکتا ہے]

جو حصہ کہ عارف کو اس بارگاہِ عالی سے حاصل ہے وہ استہلاک و اضمحلال (فنا) ہے۔ ع

از حضرتِ ذات بہرہ استہلاک است [حضرتِ ذات (تعالیٰ شانہٗ) سے حصہ فنائیت کا حصول ہے]

اس کے حق میں کمال اپنے آپ سے کمال کی نفی کرنا ہے اور بھلائی کے سلب (نفی) میں بھلائی ہے اگر کمال یا بھلائی کو اپنی طرف نسبت کرے تو خائن ہوگا اور (اپنے) مولا کے ساتھ ہمسری و شرکت کا دعویٰ کریگا۔ بیچارہ کہ جس کا کمال اور بھلائی کے سلب میں ہے اپنے صاحب کے کمال و جمال سے کیا ادراک کرے اور کیا پائے ؎

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد کو حوصلہ و طاقتِ دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانہ دل میں یار خوش خرام ہے (لیکن) اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے] والسلام اولاً و آخراً

۲۵۶

مکتوب ۱۵۸

میر کمال معین الدین کے نام تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ و ارسالِ تسلیمات کے بعد عرض ہے اکام کی ذمہ داری یہ ہے کہ باطن ماسوا کی محبت و گرفتاری سے بلکہ غیر اللہ کی دید و دانش سے رہائی حاصل کرے اور ظاہر شرعی احکام سے آراستہ ہو اس نعمت کا حاصل ہونا صوفیائے کرام کی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کی صحبت میں یہ مطلب سہولت کے ساتھ میسر ہے اور اس کے بغیر مشکل ہے، شرعی احکام کے ساتھ پوری طرح آراستہ ہونا اور طاعات کی ادائگی

اور شبہات سے اجتناب میں آسانی ہونا فنائے نفس کے ساتھ وابستہ ہے جب تک نفس بغاوت و سرکشی اور امارگی کی انانیت سے جو کہ اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے خالی نہ ہو جائے اور فرمانبرداری و اطمینان تک نہ پہنچے شریعت کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت پذیر نہیں ہوتا، اطمینان سے پہلے شریعت کی صورت اور اطمینان کے بعد حقیقت ہے اور صورت و حقیقت کے درمیان زمین و آسمان کا بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے، شریعت کی صورت اہلِ ظاہر کے نصیب ہے اور اس کی حقیقت اہلِ حقیقت کے نصیب ہے، ایمان کی صورت جو کہ عوام کو نصیب ہے اور اس کو ایمانِ مجازی کہتے ہیں زوال و خلل سے مامون نہیں ہے المجاز ینفی [مجاز کی نفی ہو جاتی ہے] آپ نے سنا ہوگا اور ایمانِ حقیقی جو کہ خواص و اہلِ حقیقت کا ایمان ہے زوال سے محفوظ اور خلل سے مامون ہے، آیتِ کریمہ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الآیہ پ۵ ع۱۷ ۱۳۶
[اے ایمان والو! اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ] میں گویا اس ایمان کی طرف اشارہ ہے اور فنا میں قدم جس قدر راسخ ہوگا ایمان اسی قدر کامل ہوگا۔ (حضرت) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان تمام امت کے ایمان پر زیادہ ترجیح والا ہوا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کیونکہ ان کی فنا اکمل تھی اور ان کا تقویٰ بہت زیادہ تھا حق تعالیٰ نے ان کو قرآن مجید میں اَتْقٰی (بہت زیادہ متقی) فرمایا جو شخص اتقی ہے وہ نص کے مطابق اللہ کے نزدیک اکرم اور جو شخص کہ اکرم ہے وہ قرب کے مراتب میں سب سے زیادہ ہے اور یقین و ایمان قرب کے اندازے سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُن (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کی شان میں فرمایا "جو شخص یہ چاہے کہ کسی ایسے مُردے کی طرف دیکھے جو سطحِ زمین پر چل رہا ہو تو اس کو چاہیے کہ ابن ابی قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھے" بیشک وہ میت کامل تھے ورنہ تمام صحابہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے شرف سے اُس موت کے ساتھ جو کہ موت سے پہلے ہے مُردہ تھے پس اُن (صدیقِ اکبرؓ) کی تخصیص اس صفت میں ان کے کمال پر دلالت کرتی ہے اور ان کے ایمان کے کامل ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ انھوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) محض سنتے ہی تصدیق کی اور دلیل و معجزہ کے لئے احتجاج نہیں کیا، اُن کی شان میں وارد ہوا "ماظنك باثنين الله ثالثهما" [تیرا ان دو (رسول اللہ و ابوبکرؓ) کے بارے میں کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہے] والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشاریہ

مکتوب الیہم مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر

مکتوباتِ معصومیہ ہر سہ دفتر کے مکتوب الیہم کی فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے پیش کی جاتی ہے امید ہے کہ قارئینِ کرام پسند فرمائیں گے۔ (مترجم)

الف

(۱) آدم تتوی (شیخ) دوم ۵۹ - ۶۳ - ۷۶ - ۷۷
(۲) ابراہیم (خواجہ) اول ۱۴۳
(۳) ابو اسحٰق (حافظ) سوم ۲۲ - ۱۱۹ - ۱۹۷
(۴) ابو الخیر شاہ آبادی (سید) دوم ۱۴۹
سوم ۷۳ - ۲۰۱
(۵) ابو الفضل کشمیری (مولانا) دوم ۳۳
(۶) ابو الفیض کابلی، دوم ۳۸
(۷) ابو القاسم (مخدوم زادہ) دوم ۱۰۲ - ۱۲۱ -
۱۲۳ - ۱۲۹ -
(۸) ابو القاسم بن محمد مراد لاہوری، دوم ۶۱
(۹) ابو محمد لاہوری (ملا) سوم ۳۰
(۱۰) ابو المظفر برہانپوری (شیخ) دوم ۳۹ - ۷۱ -
سوم ۵۴ - ۹۰ - ۱۲۵ - ۲۳۹ -
(۱۱) ابو المعالی (مرزا) سوم ۱۷ - ۵۶ - دوم ۱۰۱
۱۰۴
(۱۲) ابو المکارم (شیخ) سوم ۱۵۳ -
(۱۳) احمد بخاری (خواجہ) دوم ۳۲ - ۱۳۰ -
سوم ۶۸ - ۱۰۹ - ۱۲۴ - ۱۳۲ -
(۱۴) اسد اللہ افغان (شیخ) اول ۵۰
(۱۵) اسد اللہ بیگ، اول ۲۰۴
(۱۶) اسرائیل (سید) دوم ۹۱ - سوم ۱۰۷ - ۱۱۶ - ۲۰۳
(۱۷) اسمٰعیل خلف بیگ (مرزا) اول ۲۰۹
اسلام خاں، ملاحظہ ہو میر ضیاء الدین حسین۔
(۱۸) اللہ داد (مولانا) اول ۵۸ -
(۱۹) الیاس (شیخ) اول ۱۶۵ -
(۲۰) امام الدین پنجابی (شیخ) سوم ۹۲
(۲۱) امان اللہ نبیرہ شیخ حمید بنگالی (شیخ)
سوم ۳۴ - ۸۱
(۲۲) امان اللہ برہان پوری (مرزا) اول ۲۴ -
۷۶ - ۱۸۶ - ۲۰۵ - ۲۲۷ -
(۲۳) امان اللہ قاضی زادہ برہان پوری (خواجہ)
دوم ۹۴ - سوم ۹۳ - ۱۲۶ - ۱۸۵ -
(۲۳) امان بیگ بدخشی
سوم ۱۶۷ - ۲۳۷
(۲۵) امیر خان (سیادت پناہ) دوم ۱۰۰
(۲۶) امین قدیم - دوم ۱۰۵
(۲۷) انور نور سرائی (شیخ) سوم ۱۳۱ -
۱۵۵ - ۲۰۴ ۔

ب

(۲۸) باقی بخاری (میر) دوم ۴۴
(۲۹) بایزید (شیخ) ولد بدیع الدین سہارنپوری۔
دوم ۴۲-۷۳-۷۴-۸۰-۸۵-۱۳۹
سوم ۱۰۸-۱۵۲۔
(۳۰) بختاور خاں۔ سوم ۲۳۴
(۳۱) بدربیگ سمرقندی دوم ۹۳۔ سوم ۹۶
(۳۲) بدرالدین سلطان پوری (شیخ) اول ۳۵۔
دوم ۷۸-۱۱۴۔ سوم ۶۵۔
(۳۳) برخوردار کابلی (مولانا) دوم ۱۰۶۔

پ

(۳۴) پیر بزرگوار والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ
اول ۱ تا ۷۔
(۳۵) پادشاہ بیگی (خواجہ) سوم ۸۳
(۳۶) پاینده محمد کابلی (صوفی) سوم ۱۸-۱۹-
۱۴۸-۲۰۲-۲۱۲
(۳۷) پیر محمد (حافظ) دوم ۹۰

ت

(۳۸) تربیت خاں۔ اول ۱۶۴
(۳۹) تیمور بیگ کلابی۔ سوم ۸۲-۱۸۶۔

ج

(۴۰) جان محمد بیگ (خان محمد بیگ) کولابی دوم ۱۳۳-۱۵۶
سوم ۴۶-۷۸-۱۱۴-۱۳۸-۱۴۸۔
(۴۱) جعفر خاں (خواجہ جہان الملکی) سوم ۹۴-۹۸-
۱۱۱-۱۲۳۔
(۴۲) جمال الدین (ملا) اول ۱۷۷-۱۸۱
(۴۳) جنید حبشی (شیخ) دوم ۱۳۷

ح

(۴۴) حامد (ملا) دوم ۲۶
(۴۵) حبیب اللہ حصاری ثم البخاری (حاجی)
دوم ۱۳۴-سوم ۵۷-۱۶۰-۲۳۰
(۴۶) حسن (شیخ) اول ۱۵۹۔
(۴۷) حسن علی پشاوری (ملا) اول ۳۹-۶۱-۶۵-
۷۳-۹۸-۱۲۵-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۹-
۱۴۸-۲۱۴- دوم ۱-۲- سوم ۱۱۵-
(۴۸) حسین (حاجی) اول ۲۶-۱۵۳-۱۷۵-
۱۹۹-
(۴۹) حسین الخلوتی الرومی المدنی (شیخ) دوم ۴۰
(۵۰) حسین منصور جالندری (شیخ) دوم ۹۳-۱۰۹-
۱۲۰- سوم ۳۰-۳۵-۹۹-۱۳۰-۱۶۴-۲۰۰
(۵۱) حمید احمدی (شیخ) اول ۹۲
(۵۲) حیدر لاہوری (قاضی) سوم ۳۲

خ

(۵۳) خالد سلطان پوری (شیخ)
سوم ۲۰۸
خان محمد ملاحظہ ہو جان محمد
خلیل اللہ ملاحظہ ہو محمد خلیل اللہ

د

(۵۴) درویش محمد برکی جالندری (شیخ) سوم ۵۵
(۵۵) دوست محمد بیگ۔ سوم ۱۹۰-۲۲۸
(۵۶) دیدار (خواجہ) اول ۱۰-۹۰

ر

(۵۷) رشید (آغا) اول ۱۶۸-۱۸۷-۱۹۸-

(۵۸) رعایت خاں۔ سوم ۸۷

(۵۹) رفعت بیگ اول ۳۸-۴۰-۸۱-سوم ۵۲-۷۹

ز

(۶۰) زاہد برق انداز (صوفی) سوم ۹۱

(۶۱) زین العابدین بکی (سید) دوم ۴۱

س

(۶۲) سجاول (ملا اخوند عبدالحق) اول ۱۹۷-

(۶۳) سرانداز خاں۔ سوم ۱۴۵-

(۶۴) سعداللہ کابلی (صوفی) دوم ۱۳۵-سوم ۳۶

(۶۵) سلطانِ وقت مظفر (عالمگیر) اول ۶۳-دوم ۵
سوم ۶-۱۲۲-۲۲۱-۲۲۷

(۶۶) سلیم بلخی (حاجی) دوم ۵۵--۶۰-۱۳۸-

(۶۷) سیدعلی بارہہ۔ دوم ۸۸-۹۵-۱۳۳-سوم ۷۱
۱۱۳

ش

(۶۸) شاہ جیو (حضرت) دوم ۱۱۸

(۶۹) شاہ خواجہ ترمذی۔ اول ۳۵-۱۳۶

شاہ مرادقلی پشاوری (ملاحظہ ہو مرادقلی)

(۷۰) شرف الدین حسین لاہوری (میر) دوم ۶۳-۶۵-
۸۷-سوم ۱۰۵-۱۴۳۔

(۷۱) شرف الدین سلطانپوری (شیخ)۔سوم ۱۳۳-۲۳۲

(۷۲) شمس الدین علی ظفانی (میر)۔ اول ۲۳۲

(۷۳) شمس الدین خویشگی۔ اول ۳۶

(۷۴) شمشیر خاں۔ دوم ۱۱ (غالباً میر محمد یعقوب) سوم
۱۹۲

(۷۵) شہداد (ملا) اول ۱۱۷

ض

(۷۶) ضیاءالدین حسین (میر) ملقب بہ اسلام خاں و معتمد خاں
اول ۱۵ - ۱۴۹ - سوم ۱۴ - ۱۵-اول ۲۱۸ دوم
۱۳۴

(۷۷) ضیائی مودودی (خواجہ) سوم ۶۷.

ط

(۷۸) طاہر بدخشی جونپوری (شیخ) اول ۹۱

(۷۹) طاہر بیگ (مرزا)۔ اول ۷۵ -

ع

(۸۰) عادل بیگ پسر کامل بیگ۔ سوم ۱۳۵

(۸۱) عارف کشمیری (قاضی) سوم ۵

(۸۲) عارف لاہوری (مولانا) دوم ۸۴

(۸۳) عبادانتٰہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی (میرک)۔اول ۲۱۰-۲۳۹

(۸۴) عبدالاحد وحدت (حضرت شاہ گل) دوم ۱۱۹-
سوم ۲-۱۴۰-۱۶۸-۲۰۵- ۲۴۸

(۸۵) عبدالجلیل دہلوی (حافظ) سوم ۱۳۱-۱۹۱ -

(۸۶) عبدالحکیم لاہوری۔ دوم ۱۱۰

(۸۷) عبدالحمید برہانپوری (شیخ)۔ اول ۷۷

(۸۸) عبدالحی بلخی (شیخ) اول ۹۴

(۸۹) عبدالخالق بنگالی (شیخ)۔ سوم ۱۹۹

(۹۰) عبدالرحمٰن بلخی (سلطان) سوم ۴۱-۱۳۹-۱۳۵

(۹۱) عبدالرحمٰن نقشبندی (خواجہ) دوم ۱۶

(۹۲) عبدالرحمٰن برادر شیخ عرب بخاری (شیخ) سوم ۴۸

(۹۳) عبدالرحمٰن (میر) دوم ۷۰

(۹۴) عبدالرزاق (ملا)۔ دوم ۳۶-۳۷

(۹۵) عبدالرشید (حافظ) اول ۱۹

(۹۶) عبدالسلام کابلی (خواجہ)
سوم ۱۷۷ -

(۹۷) عبدالصمد کابلی (خواجہ)۔ اول ۴۳-۸۳-۱۸۸-
سوم ۳۱-۱۵۶-۲۱۴
عبدالعلیم جلال آبادی۔ ملاحظہ ہو محمد علیم
(۹۸) عبدالغفار بلخی (خواجہ) دوم ۵۶ -
(۹۹) عبدالغفور (حافظ) اول ۱۲۸
(۱۰۰) عبدالغفور سمرقندی (مولانا) اول ۱۵۷-
(۱۰۱) عبدالفتاح پسر میر محمد نعمان (میر) سوم ۲۵
(۱۰۲) عبدالکریم (حافظ) اول ۳۴-۱۲۶-۱۶۷-
(۱۰۳) عبدالکریم کابلی (شیخ) دوم ۱۳۴
(۱۰۴) عبداللطیف ہمشیرہ زادہ (شیخ) سوم ۵۳
(۱۰۵) عبداللطیف لشکرخانی (شیخ) اول ۹-۱۱۵-
۱۶۰-۲۰۷-
(۱۰۶) عبداللہ اسلام خانی (خواجہ) سوم ۸
(۱۰۷) عبداللہ بخشی کابلی (میر) سوم ۳۷
(۱۰۸) عبداللہ پشاوری (میر) سوم ۱۷۲
(۱۰۹) عبداللہ سندی (حافظ) سوم ۱۷۱
(۱۱۰) عبداللہ یا عبیداللہ کولابی (خواجہ)۔ دوم ۱۳۱ -
سوم ۳۳-۴۴-
(۱۱۱) عبدالہادی بدایونی (شیخ) اول ۲۳۳
(۱۱۲) عبیداللہ بیگ (مرزا) اول ۲۵-۲۹-۵۷-۱۰۴-
۱۱۹-۱۲۳-۱۳۷-۱۴۱-۱۵۴-۱۸۲-۲۲۴-
(۱۱۳) عثمان کولابی (میر) سوم ۱۶۳-۲۳۶-
(۱۱۴) عرب بخاری (شیخ) اول ۱۵۵-دوم ۲۹-۹۶-
(۱۱۵) عزیز (میر) سوم ۱۸۰-
(۱۱۶) عطاء اللہ (میرک) اول ۱۸۵-
(۱۱۷) عطاء اللہ سورتی (ملا) سوم ۲۷-۸۸
(۱۱۸) عماد (سید میر) دوم ۱۰۸-
(۱۱۹) عمر الحضرمی (شیخ) سوم ۲۵۲
(۱۲۰) عنایت اللہ (قاضی) سوم ۹

غ

(۱۲۱) غازی سرہندی (مولانا)۔ دوم ۱۸-۶۸
(۱۲۲) غضنفر (مرزا حاجی) دوم ۲۱-۴۹-سوم ۲۳
(۱۲۳) غلام محمد افغان۔ اول ۴۷-سوم ۳۸
(۱۲۴) غلام محمد فاروق- دوم ۹

ف

(۱۲۵) فاضل کابلی (ملا) سوم ۸۰
(۱۲۶) فتح خان شیر لودی۔ اول ۱۵۲
(۱۲۷) فصیح الدین (مولانا) دوم ۱۳۴- سوم ۲۱۹
(۱۲۸) فضل اللہ برہانپوری (شاہ)۔ اول ۱۰۷
(۱۲۹) فقیر اللہ بنگالی (شیخ) سوم ۹۷
(۱۳۰) فیض اللہ بنگالی (شیخ) اول ۲۲۳
(۱۳۱) فیض محمد فتح آبادی (ملا)۔ سوم ۷۹

ق

(۱۳۲) قاسم بیتنی (خواجہ)۔ سوم ۲۱۳
(۱۳۳) قاسم پسر صوفی مغربی (ملا)۔ سوم ۲۳۵
(۱۳۴) قاسم روہڑی (ملا) سوم ۵۸
(۱۳۵) قلیچ اللہ خان۔ اول ۱۱

گ

(۱۳۶) گدا محمد (خواجہ) اول ۱۴۳
(۱۳۷) گل بہاری (مرزا) سوم ۹۳
(۱۳۸) گل محمد مفتی پشاوری (ملا) اول ۲۱۲

ل

(۱۳۹) لطف اللہ بن سعید خان (مرزا) اول ۱۰۰-۱۷۹-
(۱۴۰) لطیف بخاری (مرزا) سوم ۱۰-۱۶۱-۲۳۱-

م

ماہ (خواجہ) ملاحظہ ہو محمد صدیق پسر خواجہ عبدالرحمٰن

(۱۴۱) محب علی ملتانی۔ سوم ۱۸۹-۲۲۴

(۱۴۲) محسن سیالکوٹیؒ (مولانا)۔ دوم ۴۸

(۱۴۳) محسن کشمیری (شیخ)۔ اول ۱۴۳-

(۱۴۴) محمد ابراہیم (میر) ولد میر محمد نعمانؒ۔ اول ۷۸

(۱۴۵) محمد ابراہیم (میر) ولد شیخ میر۔ دوم ۱۵۰-۱۵۱-
۱۵۲- سوم ۱۵۹-۱۶۳-۱۹۲-۲۲۵-

(۱۴۶) محمد اسحٰق (میر) ولد شیخ میر۔ دوم ۱۵۳-۱۵۴-
سوم ۱۵۹-۱۶۵-۲۲۶

محمد اسرائیل (سید) ملاحظہ ہو اسرائیل۔

(۱۴۷) محمد اشرف (مخدوم زادہ خواجہ)۔ اول ۲۲۹-۲۳۸-
۱۳۵-۱۳۶- سوم ۲۵۳

(۱۴۸) محمد افضل (مُلّا)۔ اول ۷۰-۱۹۴-

(۱۴۹) محمد افغان (حاجی)۔ اول ۳۳-۱۷۱-

(۱۵۰) محمد امین بخاری (مولانا) دوم ۱-۲۸-۱۲۷-
سوم ۲۹-۱۴۰-

(۱۵۱) محمد امین حافظ آبادی (مولانا) دوم ۱۵۵-
سوم ۱۰۲-۱۹۶-

(۱۵۲) محمد امین لاہوری (مولانا) اول ۱۱۹- دوم ۱۱۶

(۱۵۳) محمد اللہ بکھا سرہندی (شیخ) سوم ۴-۱۰۲-

محمد اورنگ زیب (دین پناہ سلطان عالمگیرؒ)۔
(ملاحظہ ہو سلطانِ وقت)

(۱۵۴) محمد باقر فتح آبادی۔ دوم ۶۹

(۱۵۵) محمد باقر لاہوری (شیخ) دوم ۲۷-۱۳۱- سوم ۱۱-
۱۰۰-۱۰۱-۱۲۸-۱۵۰-۱۵۷-۱۹۴-۲۱۸-
۲۳۸-۲۴۹-

(۱۵۶) محمد بن محمد طیب النہامی۔ دوم ۷۹-

(۱۵۷) محمد بیگ بلخی (سید) سوم ۸۴

(۱۵۸) محمد جان اکبرآبادی (شیخ) اول ۲۱

(۱۵۹) محمد جان طالقانی (حاجی) اول ۲۰

(۱۶۰) محمد جان دینکی (ملا) یا محمد خان، دوم ۹۶- سوم ۱۵۸

(۱۶۱) محمد حسین کابلی (صوفی) دوم ۱۱۱- سوم ۱۳۶-۲۱۰

(۱۶۲) محمد حکیم ولد قاضی اسلم (خواجہ) اول ۱۳۰-

(۱۶۳) محمد حنیف کابلی (خواجہ)۔ اول ۱۳-۲۲-۲۴-
۵۵-۷۹-۸۶-۸۸-۸۹-۱۲۰-۱۵۸-۱۶۰-
۲۰۱- دوم ۶-۸-۱۰-۱۳-۱۵-۱۷-۱۹-۲۰-
۲۲-۲۴-۲۵-۲۷-۳۰-۸۱-۱۴۸-
سوم ۴۳-۷۷-۱۵۴-

(۱۶۴) محمد خافی (میر) اول ۴۸-۴۹-۱۴۷-۲۱۱-

(۱۶۵) محمد خلیل اللہ (برادرزادہ شیخ) دوم ۱۴۰- سوم
۳-۱۹۵-۲۱۶-

(۱۶۶) محمد رضا پسر رعایت خاں۔ سوم ۸۶-

(۱۶۷) محمد رؤف کابلی۔ دوم ۱۳۳-

(۱۶۸) محمد زاہد جدید (صوفی) دوم ۱۰۵-

(۱۶۹) محمد زمان پسر رعایت خاں۔ سوم ۸۵

(۱۷۰) محمد زمان (میر)۔ دوم ۱۰۷

(۱۷۱) محمد سعیدؒ (برادر بزرگ شیخؒ) سوم ۱-۹۶

(۱۷۲) محمد سعید فاروقی (شیخ)۔ سوم ۲۰

۱۷۳) محمد سعید سارنگپوری۔ سوم ۷۴

۱۷۴) محمد سعید سہارنپوری۔ دوم ۷۲

(۱۷۵) محمد سیف الدینؒ (مخدوم زادہ خواجہ) اول ۱۹۰-
۲۳۵- سوم ۲۲۰-۲۳۲-۲۴۲-۲۴۳-

(۱۷۶) محمد شاگرد بردار (میرزا) دوم ۳۱-۳۹-۳۵-۱۵۷-

(۱۷۷) محمد شریف خادم (حاجی) یا حاجی شریف۔ دوم
۵۳- سوم ۱۳۷-۲۰۶-

(۱۷۸) محمد شریف بخاری (خواجہ) دوم ۱۳۶- سوم ۶۹-۱۵۱

(۱۷۹) محمد شریف (سیادت پناہ) سوم ۲۱۷
(۱۸۰) محمد شریف کابلی (شیخ)۔ اول ۴۱-۱۱۲-۱۵۰-
(۱۸۱) محمد شریف لاہوری (حافظ)۔ اول ۱۳-۱۳۱-
۱۳۲-۴۲- دوم ۹۸-۱۴۷- سوم ۱۲-۱۳
(۱۸۲) محمد صادق بخاری ثم المدنی (خواجہ)۔ اول ۴۴
سوم ۶۴-۱۱۰-
(۱۸۳) محمد صادق پسر نصیر خاں (میرزا) دوم ۴۳-۸۳-
سوم ۱۶-۴۷-۱۹۸-۲۱۵-
(۱۸۴) محمد صادق پٹنی۔ سوم ۱۴۳-
(۱۸۵) محمد صادق کابلی (حافظ) دوم ۱۱۷- سوم ۲۴۱-
(۱۸۶) محمد صالح تھانیسری (شیخ) اول ۱۰۵
(۱۸۷) محمد صالح کولابی (خواجہ) اول ۶۹
(۱۸۸) محمد صبغۃ اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۳-۱۸۹-
۱۹۶-۲۱۵-۲۳۱- سوم ۲۵۴-
(۱۸۹) محمد صدیق (مخدوم زادہ شیخ) سوم ۷-۲۰-
(۱۹۰) محمد صدیق بدخشی ملقب بہ ہدایۃ (خواجہ) سوم ۹۱
(۱۹۱) محمد صدیق سوم ۱۰۳
(۱۹۲) محمد صدیق پشاوری (مولانا)۔ اول ۱۸-۵۶-
۵۹-۶۶-۸۴-۱۱۱-۱۱۴-۱۱۸-۱۲۲-۱۲۴
۱۲۹-۱۳۳-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۳-۱۴۶-۱۴۹
۱۷۹-۲۱۴-۲۲۰-۲۲۶-۲۲۸- دوم ۱-۳
۷-۳۵- سوم ۷۵-۱۲۰-
(۱۹۳) محمد صدیق کشمی (خواجہ)۔ اول ۶۹-۱۶۱
(۱۹۴) محمد صدیق ملقب بخواجہ ماہ۔ سوم ۱۲۹-۱۸۱-۲۰۷
(۱۹۵) محمد صلاح کابلی۔ دوم ۱۳
(۱۹۶) محمد عارف (حاجی) اول ۲۱۳-۲۲۵-
دوم ۵۰
(۱۹۷) محمد عاشور بخاری (حاجی) اول ۱۳۵-
دوم ۴۴-۱۳۲- سوم ۴-۲۵۱
(۱۹۸) محمد عبید اللہ (مخدوم زادہ شیخ) اول ۶۸-
۱۱۰-۱۸۳-۱۹۱-۱۹۲-۲۱۹-۲۳۶-
سوم ۱۱۷-۱۱۸-
(۱۹۹) محمد عبید اللہ (پیرزادہ خواجہ) اول ۸۵-۱۲۱-
۱۵۶-۲۳۰-
محمد علی بارہہ
(ملاحظہ ہو سید علی بارہہ)
(۲۰۰) محمد علیم جلال آبادی (شیخ) اول ۲۸-۱۳۰-
دوم ۵۴- سوم ۹۵-۱۱۲-۱۲۱-۱۴۷-
(۲۰۱) محمد فاروق (خواجہ) اول ۶۰-۹۹-۱۰۶-
۱۰۸-۱۰۹-
(۲۰۲) محمد فاروق (میرزا) اول ۸۰-
(۲۰۳) محمد فضل اللہ حاجی ہمشیرزادہ۔ دوم ۱۲۸
سوم ۲۵۰-
(۲۰۴) محمد قلی (ملا) اول ۶۲
(۲۰۵) محمد کاشف۔ اول ۸۳-۱۴۲-۱۷۲
(۲۰۶) محمد کاظم (خواجہ) اول ۹۶-۲۳۴
(۲۰۷) محمد محسن (حافظ) دوم ۶۷
(۲۰۸) محمد مسافر (ملا) اول ۷۲
(۲۰۹) محمد معصوم۔ دوم ۱۲۵
(۲۱۰) محمد معین۔ دوم ۴۶
(۲۱۱) محمد مقیم۔ اول ۵۱
محمد یکی جعفر خاں (خواجہ)
(۲۱۲) محمد منصور (میر) اول ۸۷
(۲۱۳) محمد موسیٰ (شیخ میر) سوم ۱۷۹-
(۲۱۴) محمد مومن گیلانی ثم برہانپوری (شیخ) دوم ۵۸
۹۴- سوم ۱۴۴-
(۲۱۵) محمد میرک بیگ بدخشی گرز بردار۔ دوم ۱۱۴
سوم ۴۹-۶۰-۲۴۰-

(۲۱۶) محمد نعمان (میر) اول ۸-۱۴-۵۲-۹۷-۱۰۱-
۱۰۲-۱۰۳-۱۴۰-۱۶۲-۱۶۳-۱۸۴-۲۰۳-
۲۱۷-۲۲۱-۲۲۲
(۲۱۷) محمد نقشبند (مخدوم زادہ خواجہ) اول ۶۷-۱۱۳-۱۹۳-
۱۹۵-۲۳۴-سوم ۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-
(۲۱۸) محمد تقی سوم ۱۰۶-
(۲۱۹) محمد وفا حصاری (خواجہ) اول ۴۲-سوم ۲۳۴
(۲۲۰) محمد ہادی (میرزا) (یا میرزا ہادی) دوم ۴-سوم ۵۱
(۲۲۱) محمد ہاشم کشمی (خواجہ) اول ۵۳-۲۰۶
(۲۲۲) محمد یار خادم حضرت خواجہ نقشبندؒ سوم ۶۳
(۲۲۳) محمد یحییٰ (حضرت خواجہ) برادر ایشان - اول ۱۸۰ سوم ۱۴۲
(۲۲۴) محمد یحییٰ پسر قاضی چوکی کابلی - سوم ۱۶۹-۱۸۳-
(۲۲۵) محمد یعقوب (سیادت پناہ میر) سوم ۱۹۳ شیر خاں دوم ۱۱
(۲۲۶) محمد یوسف خادم - اول ۲۰۸
(۲۲۷) محمد یوسف گردیزی - سوم ۱۶۲-۱۸۸-۲۲۳-
(۲۲۸) مراد قلی (شاہ) سوم ۲۰۹-۲۳۳
(۲۲۹) مسافر (ملا) اول ۷۲
(۲۳۰) حزاری (خواجہ) سوم ۵
(۲۳۱) مشتاق برکی (ملا) - سوم ۲۴-۳۶-
(۲۳۲) مصطفیٰ بنگالی (حاجی) دوم ۵۲-۶۲-سوم ۵۰-
مظفر برہانپوری (شیخ) ملاحظہ ہو ابو المظفر
(۲۳۳) مظفر حسین (میر) دوم ۸۶
(۲۳۴) معصوم (میر) اول ۱۶
(۲۳۵) معقول (میاں) سوم ۷۲
(۲۳۶) معین الدین (میرک) دوم ۸۹-۱۵۸-
(۲۳۷) مغل (میر) اول ۴۶
(۲۳۸) مفاخر حسین (میر) دوم ۱۰۳
(۲۳۹) ممریز خاں - اول ۲۱۶
(۲۴۰) موسیٰ (ملا) دوم ۱۲۲-
(۲۴۱) مومن بیگ کابلی - اول ۷۱
(۲۴۲) مومن جذبی (خواجہ) اول ۱۲-۹۵-
(۲۴۳) مومن (خواجہ) قاضی زادہ - سوم ۱۲۷-۱۸۵
(۲۴۴) میر دہلوی (شیخ) سوم ۱۴۶
(۲۴۵) میر بیگ کولابی - سوم ۱۴۹
میرزا خان (ملاحظہ ہو میرزا ابو المعالی)
(۲۴۶) میرک شیخ (سیادت دستگاہ) اول ۳۰-۱۲۷

ن

(۲۴۷) نصیر خاں - سوم ۲۱۱
(۲۴۸) نظام الدین کولابی (حاجی) دوم ۸۲
(۲۴۹) نعمت اللہ بنگالی (سید) - سوم ۱۳۴-۱۶۲
(۲۵۰) نعمت اللہ قادری (شاہ) - اول ۲۷-۴۷
(۲۵۱) نعمت اللہ پشاوری (ملا) اول ۱۳۶-۱۳۹-۱۵۱
(۲۵۲) نور محمد بارہہ (سید) دوم ۹۶-۹۹-سوم ۴۵-۱۶۶
(۲۵۳) نور بیگ (صوفی) - اول ۲۰۰-سوم ۲۱
(۲۵۴) نور محمد پٹنی (شیخ) اول ۹۳
(۲۵۵) نور محمد سورتی (شیخ) سوم ۳۸
(۲۵۶) نوروز بخشا ورادشی (میر) سوم ۱۸۲-

و - ہ - ی

(۲۵۷) ولی محمد جہتی (شیخ ولی جہتی) دوم ۱۱۵-۱۴۲
(۲۵۸) ہمت خاں - اول ۲۱۸ - دوم ۱۲۴
(۲۵۹) یار محمد - اول ۳۲-
بغیر نام کے، اول ۱۴-۳۱ - سوم ۲۵۵

خواتین کے نام

(۲۶۰) بیگم جیو - سوم ۸۹
(۲۶۱) جاناں بیگم - اول ۲۳-۵۴
(۲۶۲) حاجی بیگم - سوم ۱۸۴-
(۲۶۳) سیدہ بی بی - دوم ۳۳
(۲۶۴) ماہ جیو - دوم ۱۱۳-
بغیر نام کے خواتین کے نام: دوم ۵۱-۷۵-سوم ۱۸۷

تمت

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے دو۲ تاریخی شاہکار

"حضرت مجدّدِ الفِ ثانیؒ"

(حضرت مجدّدِ الفِ ثانیؒ اور ان کے اسلافؒ و اجداد کے حالات ہیں)

حضرت شاہ صاحب مدظلہ العالی کی یہ وہ معرکۃ الآرا تالیف ہے جس کا دوسرا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے۔ یہ کتاب بالخصوص زبدۃ المقامات، حضرات القدس اور روضۃ القیومیہ کے رکنِ اول سے استفادہ پر مبنی ہے نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ سے متعلق جس قدر سوانح لکھی جا چکی ہیں ان سب کی جامعیت اس کتاب میں آگئی ہے علاوہ ازیں اور بھی بہت سی کتابوں کا نچوڑ ہے۔ کتاب کی خوبیوں کا اندازہ مندرجہ ذیل فہرستِ مضامین سے ہو سکتا ہے۔

فہرستِ مضامین ۱۵ صفحات، تعارف، پیش لفظ، مقدمہ ۱۲ صفحات۔ سلسلۂ نسب ۲۶ صفحات۔ سلسلۂ طریقت ۴۸ صفحات۔ حیاتِ مبارکہ ۹۰ صفحات، وفات ۱۱ صفحات۔ معمولات ۲۲ صفحات۔ کشف و کرامات ۱۹ صفحات۔ ملفوظات ۵ صفحات۔ دعوت و تجدید کا پس منظر ۵۳ صفحات۔ مجددیت ۴۴ صفحات۔ تجدیدی کارنامے ۷۸ صفحات۔ شواہدِ تجدید ۷ صفحات۔ معترضین اور ان کی تردید ۱۰ صفحات۔ تعلیمات ۹۸ صفحات۔ تصانیف ۱۲ صفحات۔ اولادِ امجاد ۲۶ صفحات۔ خلفاء ۰ صفحات۔ مکتوب الیہم ۴۲ صفحات۔ کل تعداد ۸۳۲ صفحات۔

اعلیٰ درجہ کا کاغذ آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش، سائز ۱۸×۲۳/۸ قیمت ۴۲ روپے

"انوارِ معصومیہ"

(حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد در اولاد کے حالات ہیں)

یہ کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ و جانشینؒ فرزند حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی سوانح حیات ہے جو خصوصاً روضۃ القیومیہ رکن دوم، سوم اور چہارم نیز اور بہت سی متعلقہ کتابوں سے استفادہ پر مبنی ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ ہی کی ذاتِ گرامی ہے جنھوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارناموں کو زندہ و باقی رکھنے کا فریضہ انجام دیا، اور آپ ہی تعلیماتِ مجددی کے اصل شارح ہیں اور عہدِ حاضر کے علمائے حق بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ ہی سے مستفید ہیں۔ نیز کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ" اگر حضرت مجددؒ کے اسلافؒ اجداد کے حالات پیش کرتی ہے تو زیرِ نظر کتاب آپ کی اولاد کی تفصیل سامنے لاتی ہے، اس طرح یہ کتاب "حضرت مجدد الف ثانیؒ" ہی کا تکملہ ہے۔ خصوصیات کا اندازہ ذیل کے عنوانات سے ہو سکتا ہے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰؒ کی حیاتِ مبارکہ، سفرنامۂ حج، اوراد و معمولات، کشف و کرامات، احباب کے خواب اور ان کی تعبیریں، احباب کے مکاشفات اور ان کے حل، بعض اہم سوالات اور ان کے جوابات۔ تعلیمات۔ اولادِ امجاد۔ خواجہ سیف الدینؒ خواجہ محمد نقشبندؒ، خواجہ محمد زبیرؒ، خلفاء۔ شاہانِ مغلیہ پر ایک نظر، مکتوب الیہم، شجرہ وغیرہ ضخامت

سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت

شائع کردہ: ادارۂ مجدّدیہ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی

"ادارۂ مجددیہ" کی جملہ مطبوعات

- اثبات النبوۃ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ -
- انوار معصومیہ :- حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع سوانح مع اذکارِ معصومیہ در حسنات الحرمین -
- تہلیلیہ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ -
- حضرت مجدد الف ثانیؒ :- حضرت مجددؒ کی جامع اور مفصل سوانح -
- حیاتِ سعدیہ :- حضرت خواجہ محمد سعید احمد پوریؒ کی جامع سوانح -
- ریڈیو تقاریر :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی جملہ ریڈیائی دینی و اخلاقی تقاریر -
- زبدۃ الفقہ : خلاصہ عمدۃ الفقہ، حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارہ - حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ
  حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم -
- طریقہ حج اور دعائیں :- حج کا مختصر بیان اور حج کی دعاؤں کا مفصل مجموعہ مع اردو ترجمہ
- عمدۃ السلوک :- تصوف پر جامع کتاب جو متعدد بار شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے -
- عمدۃ الفقہ : فقہ پر بہت جامع کتاب - حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ - حصہ دوم
  کتاب الصلوٰۃ - حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم - حصہ چہارم کتاب الحج -
- گلدستۂ عربی :- عربی سیکھنے کے لئے بہترین رسالہ -
- گلدستۂ مناجات : عربی فارسی اور اردو مناجات کا بہترین رسالہ -
- مبدأ و معاد :- حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ (فارسی مع اردو ترجمہ) -
- معارفِ لدنیہ : (فارسی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ -
- معجم القرآن :- لغات القرآن پر بہترین کتاب - الفاظِ قرآن ترجمہ اور حوالہ جات -
- مقاماتِ زواریہ :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی جامع سوانح -
- مکتوباتِ معصومیہ : حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات ہر سہ دفتر کا اردو ترجمہ
- ہدایت الطالبین :- فارسی مع اردو ترجمہ

ملنے کا پتہ : ادارۂ مجددیہ : ۲/۵ - ایچ - ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸